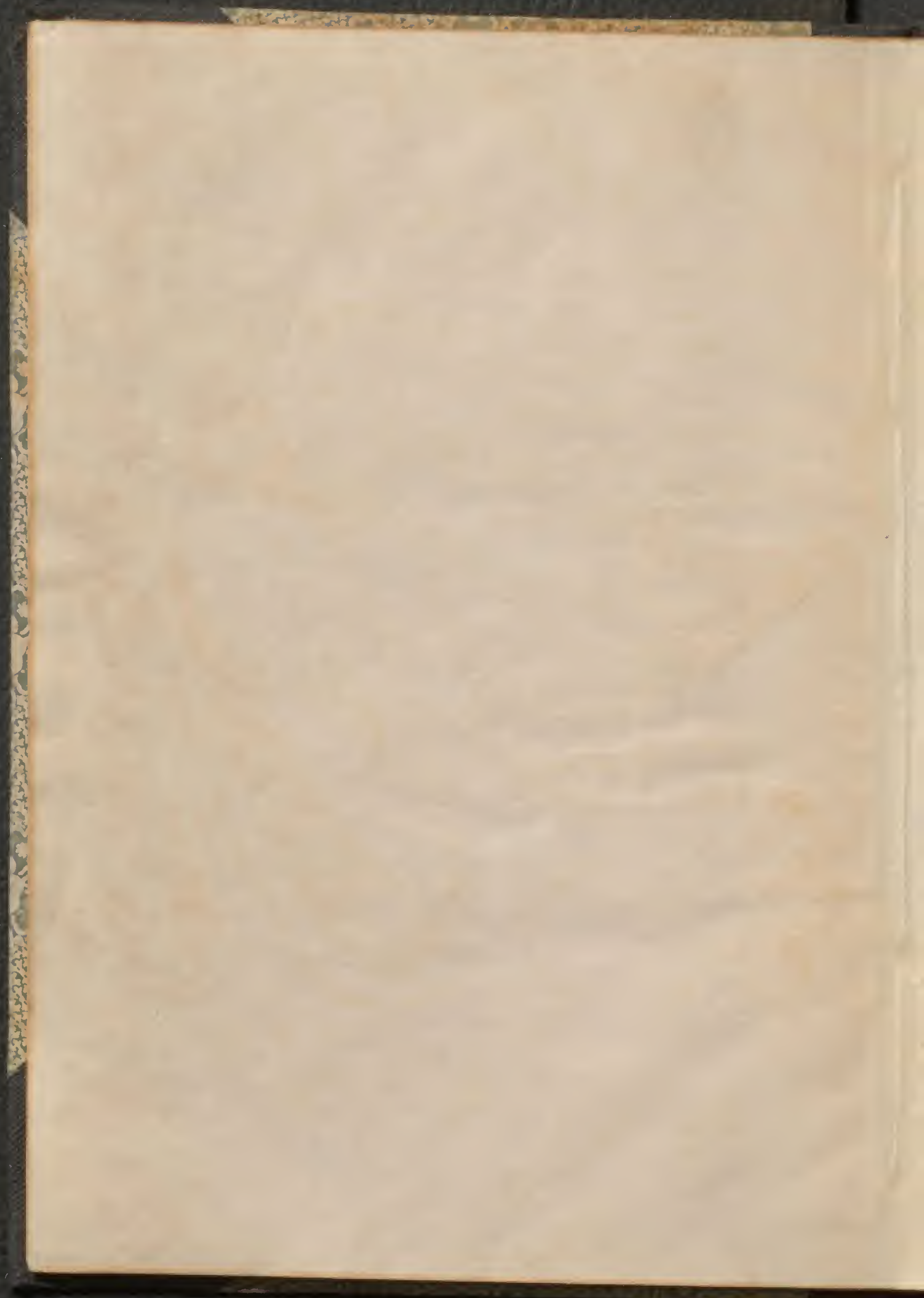
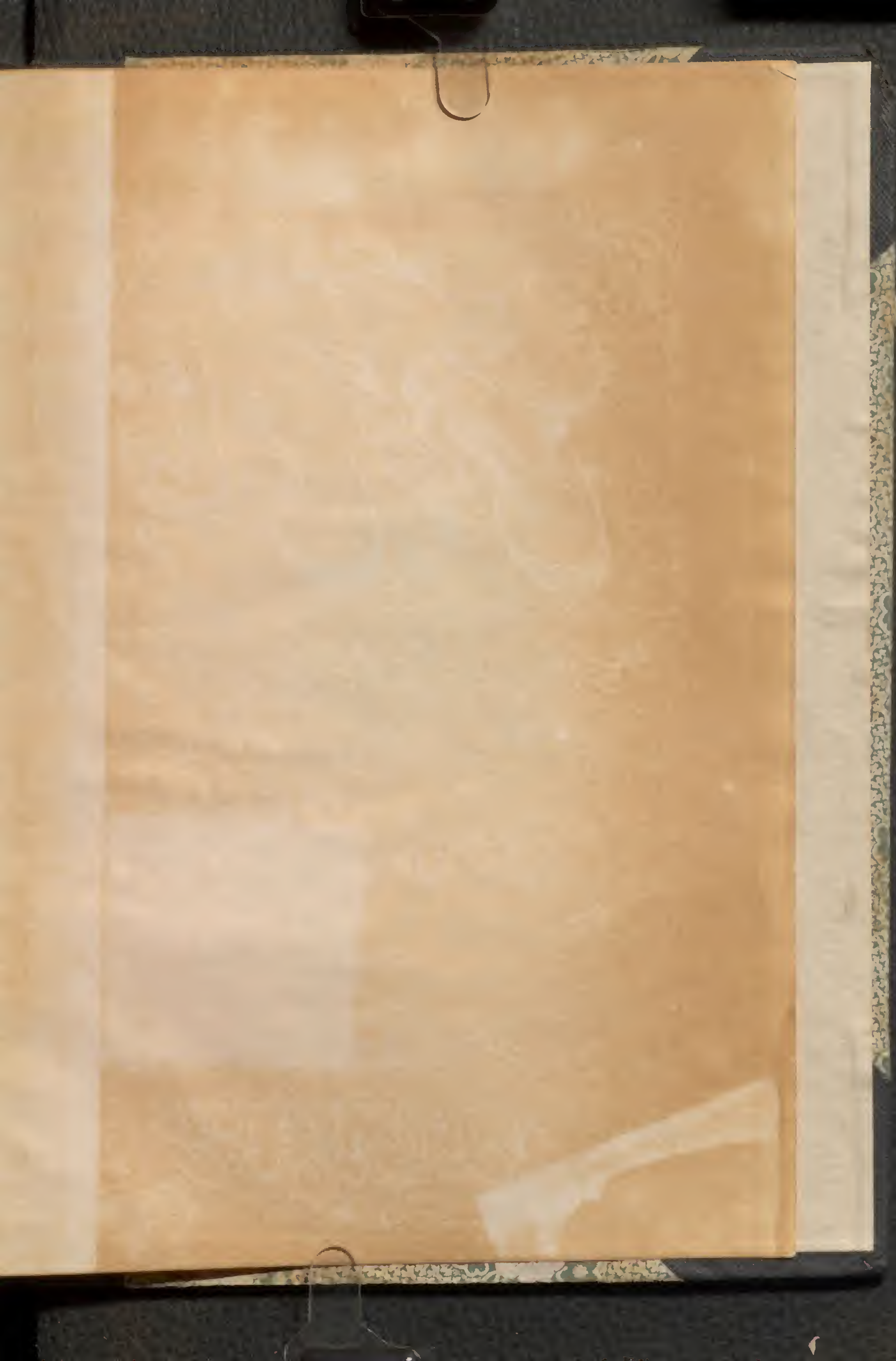






سوانح عمری

# نظامی گنجوی

جس میں حضرت مولنا نظامی گنجوی کے حالات ہیں اور اُنکے کلام پر تنقید و تبصرہ ہے

مؤلفہ

حضرت شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حسب اجازت

سید ظہور الحسن، قومی پریس دہلی بماہ رمضان

مطبع مجتبائی جدید دہلی میں چھپوا کر شائع کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نظامی

الیاس یوسف نام، ابو محمد کنیت، نظام الدین لقب، نظامی تخلص باپ کا نام موید تھا وطن کا نام عموماً گنجہ مشہور ہے، لیکن دراصل قم کے رہنے والے تھے، چنانچہ خود سکندر نامہ میں فرماتے ہیں،

چو در گرچہ در بحر گنجہ گمم ولے از قہستان شہر قمم

قم کے اضلاع میں تفرش ایک ضلع ہی اصل وطن یہاں تھا، لیکن چونکہ قم صدر مقام ہے اس لئے انتساب میں تفرش کے بجائے قم کا نام لیتے ہیں، نظامی کے والد بزرگوار وطن چھوڑ کر گنجہ میں آئے، نظامی یہیں پیدا ہوئے، سال ولادت کسی نے بیان نہیں کیا لیکن چونکہ بروایت صحیح سن وفات ۵۹۶ھ ہے اور انکی عمر عموماً ۶۳ برس کی بیان کی جاتی ہے اسلئے سال ولادت ۵۳۳ھ سمجھنا چاہیئے؛ نظامی کا خاندان علمی خاندان تھا انکے بھائی قوامی مطرزی مشہور شاعر ہیں انکا ایک قصیدہ ہے جسمیں تمام صنائع شاعری جمع کر دیے ہیں۔ نظامی نے ابتدا میں درسی علوم کی تحصیل کی، انکے کلام سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ علمی مسائل انکے پیش نظر ہیں خود بھی دعوی کرتے ہیں۔

هرچہ ہست از دقیقہای نجوم، با یکایک نہفتہای علوم،
خواندم و سر ہر ورق جستم چون ترا یافتم ورق شستم

سلسلۂ طریقت میں داخی فرج زنجانی سے بیعت تھی، نظامی اگرچہ درویشانہ طبیعت رکھتے تھے لیکن شاعری ازل سے ہاتھ لائے تھے گھر میں پہلے سے شاعری کا چرچا تھا اسلئے درسی علوم سے فارغ ہو کر تصنیف کا قلم ہاتھ میں لیا تو حریف ہو رہے نکلے مشق روز بروز بڑھتی گئی اور کلام کی شہرت دور دور پہنچا یہانتک کہ اس زمانہ کے تمام بڑے بڑے سلاطین نے انکی قدر دانی کو لازمۂ سلطنت سمجھا اور فرمائش کر کے انسے اپنے نام پر کتابیں لکھوائیں تھا اسباب انکے مقتضی تھے کہ سب سے پہلے فرہی ابراہی

ے یہ ابن رازی اور لطف علی آذر کی تحقیق ہے لیکن سکندر نامہ کے جس شعر سے ابن رازی نے استدلال کیا ہے وہ موجودہ نسخوں میں مذکور نہیں، تفرش کی مزید تفصیل، اور نظامی کی جائے ولادت لطف علی آذر سے ماخوذ ہے،

تعلق پیدا ہوتا لیکن یہ سعادت دور والونکی قسمت میں لکھی تھی سب سے پہلے جسکو یہ عزت نصیب ہوئی وہ بہرامشاہ تھا، نظامی نے مخزن اسرار ۵۵۹ھ میں اسی کے نام پر لکھی، اور صلہ میں اُسنے پانچہزار اشرفیان ایک قطار شتر، اور انواع و اقسام کے بیش قیمت کپڑے بھیجے، مخزن کی تصنیف کیوقت نظامی کا سن تقریباً ۲۰ برس کا تھا،

نظامی کا وطن گنجہ، سلجوقیون کی حدود حکومت میں واقع تھا، اور اُس زمانے میں اس سلسلہ میں سلطان طغرل بن ارسلان فرمانروا تھا، وہ نہایت دلیر، شجاع اور عدل پرور بادشاہ تھا، علم و فضل میں بھی کمال رکھتا تھا، شعر و شاعری کا بھی مذاق تھا، چنانچہ یہ رباعی اس کی مشہور ہے،

دی روز چنان وصال جان افروزی — وامروز چنان فراق عالم سوزی

حیف است کہ در دفتر عمرم ایام ، ، — آن را روزی نویسد این را روزی ،

طغرل نے سلطنت کا تمام کاروبار اتابک محمد بن ایلدگز کے ہاتھ میں دیدیا تھا، جو ابتدا میں غلام تھا، اور ترقی کرتے کرتے امیر الامرا کے منصب پر پہنچ گیا تھا، محمد بن ایلدگز کا بھائی، قزل ارسلان جس کی مدح میں ظہیر فاریابی کا یہ شعر مشہور ہے،

نہ کرسی فلک نہد، اندیشہ زیر پائے — تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلان دہد

کاروبار سلطنت میں برابر کا شریک تھا،

اس زمانہ میں نظامی نے شیرین خسرو کہنی شروع کی تھی، کتاب کا ابھی آغاز تھا - کہ اس کے چرچے دور دور پھیل گئے، طغرل کو خبر ہوئی، اُسی وقت فرمان بھیجا کہ کتاب لکھیئے کہ یادگار رہ جائے، چنانچہ دیباچہ میں لکھتے ہیں،

چو سلطان جہان شاہ جوان بخت ، — کہ برخوردار باد از تاج و از تخت ، ،

بہ سلطانی بہ تاج و تخت پیوست ، — بجای ارسلان بر تخت بنشست ،

من این گنجینہ را در می کشادم ، ، — بنای این عمارت می نہادم ،

---

لہ سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے منکوجک غازی کو جو قائم بامر اللہ کا معتمد نظر تھا، ارزنجان اور کماخ وغیرہ کے علاقہ کا حاکم مقرر کیا تھا، اس کے خاندان میں سے بہرام شاہ نے بہت جاہ و جلال حاصل کیا، یہان تک کہ سلطان قلیج ارسلان سلجوقی بادشاہ روم نے اسکو اپنی لڑکی بیاہ دی، بہرام شاہ نہایت فیاض اور بلند ہمت تھا، یہی بہرام نظامی کا ممدوح ہے جس کے نام پر اُنہوں نے مخزن الاسرار لکھی، (از ہفت اقلیم امین رازی) سلہ حبیب السیر،

اشارت رسنگے ازدرگاہ معمور　　بہ شغل بندہ الفا کردمنشور،

کرزنیستان تحفۂ عالی بسازد،　　کہ عقل از منتش گردن فرازد،

جس زمانہ میں نظامی یہ مثنوی لکھ رہے تھے، ان کے ایک دوست جو مذہب میں نہایت تعصب رکھتے تھے، ان کے پاس آئے اور نہایت ناراضی کے لہجہ میں کہا کہ کافروں کے جھوٹ سچ قصے لکھنے سے کیا فایدہ

فسون مُیت پرستان بفگن از مُشت　　فسوں خوانی مکن بزرند زردشت،

درتوحیدزن کاوازہ داری ، ،　　چرارسم مغاں راتازہ داری،

لیکن نظامی نے جب مثنوی کے چند اشعار پڑھ کر سنائے، تو اُنھوں نے بیساختہ کہا،

چنیں سحرے تو دانی ساز کردن　　بُتے باکعبۂ انباز کردن ، ،

شیرین خسرو جب انجام کو پہنچی تو محمد بن ایلدگز جو درحقیقت تاج و تخت کا مالک تھا، وفات کرچکا تھا اور اُس کا بھائی قزل ارسلان اس کا قائم مقام مقرر ہوا تھا، اُس کو شیرین خسرو کے تمام ہونے کی، خبر پہونچی تو نظامی کی طلبی کا فرمان بھیجا، قاصد فرمان لے کر آیا، نظامی نے آداب شاہی کے مطابق فرمان کو پہلے سر پر رکھا، پھر تین جگہ بوسہ دیکر کھولا، چنانچہ شیرین خسرو کے خاتمہ میں خود فرماتے ہیں،

مثال شاہ رابر سر نہادم　　سہ جا بوسیدم و سر برکشادم،

اُسی وقت گھوڑے پر سوار ہوئے، اور دشت بیابان طے کرتے ہوئے قریبًا ایک مہینہ میں پائے تخت میں پہنچے، قاصد نے جا کر دربار میں اطلاع کی، قزل ارسلان نے شمس الدین محمد کو حکم دیا، کہ خود جا کر ان کو ساتھ لائے، دربار میں پہونچے تو دیکھا کہ مجلس عیش آراستہ ہے، ساز چھڑ رہے ہیں، گانا ہو رہا ہی، بادہ و جام کا دور چل رہا ہے، قزل ارسلان نے فورًا ان کے ادب سے گانا بجانا بند کرا دیا اور تخت سے اُٹھ کر تعظیم بجالایا- پھر بیٹھنے کا اشارہ کیا، ہر طرح کی باتیں ہوتی رہیں بیچ بیچ میں بزرگانہ نصیحتیں بھی کرتے جاتے تھے، مدحیہ نظم لکھ کر لے گئے تھے، اُسکو سُنانا چاہا قاعدہ یہ تھا- کہ شعراء اپنا کلام خود نہیں پڑتے تھے، بلکہ کسی خوش لہجہ سے پڑھواتے تھے- جو ہمیشہ اُن کے ساتھ رہتا تہا اور اُسکو راوی کہتے تھے چنانچہ راوی نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا یہ بہی دستور تہا کہ جب قصیدہ پڑھا جاتا تھا تو شاعر کھڑا ہو جاتا تہا- اور قصیدہ کے ختم ہونے تک کھڑا رہتا تھا، نظامی نے بہی اس قاعدے کو بجالانا چاہا لیکن قزل ارسلان نے قسم دلا کر منع کیا،

چو بر پا ایستادم گفت بنشین　　بہ سوگندم نشاند این منزلت بین

راوی نے مدح کے بعد شیرین خسرو، کا قصہ شروع کیا، بادشاہ نظامی کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے نہایت شوق میں سن رہا تھا، اور بار بار بیساختہ تحسین کرتا جاتا تھا نظامی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ نے ہمیشہ کے لیئے میرا نام زندہ کر دیا، اس کا صلہ دینا میرا فرض ہے، پھر پوچھا کہ بھائی صاحب (اتابک پہلوان محمد بن ایلدگز) نے آپ کی جاگیر میں جو دو گانون دیئے تھے وہ آپ کو ملے یا نہیں، اُنہوں نے کہا،

| | |
|---|---|
| بلے شاہ سعید از خاص خویشم | پذیرفت انچہ فرمودی زپیشم |
| چو رخت عمر او کشتی روان کرد | مرا نے جملہ عالم را زیان کرد، |

قزل ارسلان نے ایک گاؤن جس کا نام حمدونیان تھا اپنی طرف سے جاگیر میں دیا[1]،

معلوم نہیں، جان کر یا غلطی سے، گانون جو جاگیر میں دیا گیا وہ غیر آباد اور بنجر تھا چنانچہ نظامی نے شیرین خسرو میں اس کی شکایت اس تقریب سے کی ہے کہ حاسدون نے مجکو طعنہ دیا میں نے جواب میں کہا کہ غیر آباد ہے تو کیا، بادشاہ کا عدل اس کو آباد کر دے گا،

نظامی کی شہرت اب اس قدر عالمگیر ہو گئی تھی کہ اور سلاطین کو بھی آرزو ہوئی کہ ان سے اپنے نام پر تصنیفات لکھوائیں کہ اس ذریعہ سے اُن کا نام بھی یادگار رہ جائے۔ ان میں علم و فضل کی قدردانی کے لحاظ سے سب سے ممتاز منوچہر خاقان کبیر جلال الدینا والدین شاہ آخستان تھا، جو سلاطین شروانیہ کے سلسلہ کا درۃ التاج تھا، یہ خاندان خالص ایرانی نسل یعنی بہرام چوبین کی یادگار تھا، منوچہر نہایت علم دوست اور علم پرور تھا خاقانی ابوالعلا گنجوی (استاد خاقانی) ذوالفقار شروانی، شاہفور وغیرہ شعرا اسی کے خوان کرم کے ریزہ خوار تھے، ابوالعلا گنجوی اُسی کے دربار کا ملک الشعرا تھا، اور خاقانی کو افضل الشعرا کا خطاب اسی نے عنایت کیا منوچہر نے اپنے ہاتھ سے نظامی کو دس پندرہ سطرون کا خط لکھ کر بھیجا کہ لیلیٰ مجنون کی داستان نظم کیجیے چنانچہ دیباچہ میں خود کہتے ہیں،

| | |
|---|---|
| درحال رسید، قاصد از راہ | آورد مثال حضرت شاہ |
| بنبشتہ بہ خط خوب خویشم، | دہ پانزدہ سطر نغز بیشم، |
| کاے محرم حلقۂ غلامی، | جادو سخن جہان نظامی |
| خواہم کہ بہ یاد عشق مجنون | گوئی سخنے چو دُرّ مکنون، |

---

[1] یہ تمام حالات تفصیل کے ساتھ خود نظامی نے شیرین خسرو کے خاتمہ میں لکھے ہیں۔

خط پہنچا تو نظامی کو تردد ہوا، اتفاق سے اُن کے صاحبزادے محمد جنکی عمر اِس وقت ۱۴ برس کی تھی، اُس وقت موجود تھے، اُنہوں نے بھی تحریک کی، نظامی نے کہا جان پدر قصہ کی شہرت میں کلام نہیں، لیکن جہان کی سرگذشت ہے وہاں دلچسپی کا کوئی سامان نہیں، باغ و بہار، چشمہ و سبزہ زار، رقص و سرود، شاہی درو دربار، خیل و حشم جاہ و جلال، کسی چیز کا پتہ نہیں، خشک ریگ زار اور کوہستان میں کیا صنعت گری دکھاؤں گا،

| | |
|---|---|
| نے باغ و نہ بزم شہریاری | نے رود نہ می نہ کامگاری ، |
| بر خشکی ریگ و سختے کوہ ،، | تا چند سخن رود در اندوہ |

یہی بھید ہے کہ آج تک کسی نے اس قصہ کو ہاتھ نہیں لگایا، صاحبزادے نے کہا یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایسا موثر اور عجیب و غریب واقعہ، نظم کی آرائش سے محروم رہ جائے، غرض نظامی نے بادشاہی ارشاد کی تعمیل شروع کی اور کچھ کم چار مہینے میں انجام پہنچائی، سال اتمام رجب ۵۸۴ھ ہے

| | |
|---|---|
| من گفتم و دل جواب می داد ، | خارہ یدم ، و چشمہ آب می داد |
| این چار ہزار بیت و اکثر ، | گفتم بہ چہار ماہ کمتر ، ، |
| گر شغل دگر حرام بودے ، | در چاردہ شب تمام بودے |
| تاریخ عیان کہ داشت باخود | ہشتاد و چہار بود و پان صد ۵۸۴ھ |

نظامی نے اس مثنوی کے صلہ میں بادشاہ سے یہ خواہش کی کہ اُنکے صاحبزادے ولیعہد سلطنت کے ندیموں اور مصاحبوں میں داخل کیے جائیں۔

۱۴ رمضان ۵۹۲ھ میں سلطان غیاث الدین کرپ[1] ارسلان علاء الدین آقسنقری کی فرمایش سے ہفت پیکر لکھی، جس میں بہرام گور کا قصہ ہے،

قزل ارسلان کے مرنے کے بعد، اس کا بھتیجا یعنی محمد بن ایلدگز کا فرزند ارجمند ابو بکر نصرۃ الدین، ۵۸۷ھ میں مسند آرا ہوا۔ نظامی کو اس خاندان سے قدیم تعلق تھا، اس وقت تک اُنہوں نے جو کتابیں لکھی تھیں، سلاطین وقت کی . . . . فرمائش سے لکھی تھی لیکن سکندر نامہ اپنی خواہش سے اور ابو بکر نصرۃ الدین کے نام سے موسوم کیا، یہ کتاب ۵۹۹ھ میں انجام کو پہنچی، چنانچہ خود سکندر،

---

[1] اس کا حال نہ معلوم ہو سکا ۱۲۔

نامۂ بحری کے خاتمہ میں لکھتے ہیں۔

به پایان شد این داستانی دری — به فیروز فالی و نیک اختری

ز ہجرت چنان بردہم یادگار ، — نود و نہ گذشتہ ز پانصد شمار

کتاب لکھہ کر بادشاہ کے حضور میں پیش کی تو مقررہ رقم کے علاوہ سواری کا گھوڑا بیش،، قیمت کپڑے خلعت وغیرہ عطا ہوا[1]۔

اساتذہ سے میں نے سنا ہے کہ سلاطین وقت نظامی کی اس قدر عزت کرتے تھے کہ ایک بادشاہ نے اپنی لڑکی، ان کے بیٹے سے بیاہ دی تھی، میں نے کسی کتاب میں یہ واقعہ نہیں دیکھا۔ لیکن سکندر نامہ بحری کے خاتمہ سے اس قدر بہ تصریح ثابت ہوتا ہے کہ نظامی نے اپنی صاحبزادی اور اپنے فرزند محمد کو، نصرۃ الدین کی خدمت میں بھیجا تھا، چنانچہ کہتے ہیں،

دو گوہر بر آمد ز دریائے من ، — فروزندہ اندر دی شان رائے من

یکے عصمت مریمے یافتہ ، — یکے نور عیسیٰ بر و تافتہ ،،،

فرستادم ہر دو را نزد شاہ — کہ یاقوت را دُرج دارد نگاہ ،

عروسے کہ دوراوز ر مادر بود ،،، — بہ ار پردہ دارش برادر بود ،،،

بیابا بر چو آید . بر شہریار ، — چنین پردگی را چنان پردہ دار

چو من نزل خاص تو جان دادہ ام — جگر ریز با جان فرستادہ ام

اخیر شعر سے صاف یہ راز کھل جاتا ہے،

اِس کتاب کے تصنیف کے وقت اُن کی عمر ۶۳ برس کی تھی، چنانچہ جہان اور حکماء کے مرنے کا الگ الگ عنوان قائم کیا ہے اپنے نام کی بھی سرخی قائم کی ہے اُس کے ذیل میں لکھتے ہیں،

نظامی چو این داستان شد تمام — به عزم شدن تیز برداشت گام

فزون بود شش مہ ز شصت و سہ سال — کہ بر عزم رہ بر دہل زد دوال ،،

[1] سکندر نامہ بحری کے خاتمہ میں یہ تصریح ہے لیکن تعجب ہے کہ نقد رقم صرف ہزار لکھی ہے اگر یہ ہزار دینار بھی فرض کر لیے جائیں۔ تب بھی ایسی رقم ہے جو نہ نظامی کے شایان ہے نہ ایک مشرقی بادشاہ کے چہرے پر کھلتی ہے،

اس کتاب پر اُن کی شاعری اور عمر دونوں کا خاتمہ ہوا، سال وفات میں سخت اختلاف، ہے، دولت شاہی میں ۵۹۶ھ لکھا ہے، لیکن یہ خود نظامی کی تصریح کے خلاف ہے تقی کاشی نے سنہ ۶۰۰ھ لکھا ہے، جامی ۵۹۲ھ بیان کرتا ہے، لیکن اسقدر قطعی ہے کہ ۵۹۹ھ کے بعد اُنکی وفات ہوئی ہے، اور غالباً چھٹی صدی سے آگے نہیں بڑھے،

چونکہ اُنھوں نے تمام عمر گوشۂ عزلت سے قدم نہیں نکالا، نہ لوگوں سے زیادہ ملتے جلتے تھے اسلئے اُنکی زندگی کے حالات و واقعات بہت کم معلوم ہیں، عام تذکرہ نویس، ان کے اس وصف کے نہایت مداح ہیں، کہ وہ بادشاہوں کی خوشامد اور دربار داری سے بالکل پاک تھے، البتہ جو سلاطین اُنکے ساتھ ارادت و اعتقاد کے پاس پیش آتے تھے، اُن پر بزرگانہ عنایت کرتے تھے، لیکن اُنکی کتابوں میں سلاطین کی جو مدحیں ہیں۔ اُن میں وہی حد سے زیادہ مبالغہ، خوشامد اور تملق ہے جو عام مداحوں کا انداز ہے اس سے بڑھکر یہ کہ جس بادشاہ کا ذکر کرتے ہیں، اس طرح کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنکو اس کے سوا کسی دربار سے تعلق نہیں اور وہ اسکو فرمانروائے عالم سمجھتے ہیں، بے شبہ اُنھوں نے مدحیہ قصائد نہیں لکھے لیکن مثنویوں میں اس زور کی مدحیں لکھیں جن کے آگے قصائد کی کوئی ہستی نہیں، ملاحظہ ہو

ولایت ستان شاہ گیتی پناہ ‎ ‎ فریدوں کمر بلکہ خاقان کلاہ،،

ستارہ کہ بر چرخ ساید سرش ‎ ‎ زدہ سکۂ عبدہٗ بر درش،

چو تیر از کمان کمین افگند،، ‎ ‎ سر آسمان بر زمین افگند

فرنگ و فلسطین و رہبان روم،، ‎ ‎ پذیرائے فرمان مہرش چو موم

اس سے زیادہ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ بادشاہوں کے سامنے اپنے آپ کو، جس حیثیت سے پیش، کرتے ہیں، وہی ہوتی ہے، جو گدا پیشہ شاعروں کا انداز ہے یعنی حضور کا نمک خوار ہوں، غلام ہوں بندۂ درگاہ ہوں، حضور کی ذراسی توجہ سے میرے سارے کام بن جائینگے، حضور ہی میری مشکلوں کو حل کر سکتے ہیں۔

کلام پنج گنج کے سوا، نظامی کا اور بہت سا کلام تھا۔ جو آج مفقود ہے، دولت شاہ کا بیان ہے کہ اس میں غزلیں، موشحات اور صنائع کے بیس ہزار شعر تھے، تذکروں میں چند قصائد، قطعات اور غزل کے جستہ جستہ اشعار پائے جاتے ہیں، تعجب یہ ہے کہ عشقیہ شاعری کی نقش آرائیاں،

انہی کی بدولت وجود میں آئیں۔ لیکن غزلیں پھیکی اور بے مزہ ہیں ملاحظہ ہو،

خوشا جانے کز و جانے بیاسود ۔۔۔ نہ درویشے کہ سلطانے بیاسود
نکوئی بر نکو روے بنا ناد ، ، ۔۔۔ کہ از لبہاش و ندانے بیاسود
بہ عمر خود پریشانی مبیناد ۔۔۔ دلے کز وے پریشانے بیاسود

---

مرا گوئی کہ چونی ؟ چونم اے دوست، ۔۔۔ جگر پُر درد دل پر خونم اے دوست،
شنیدم عاشقان را مے نوازی ، ، ۔۔۔ مگر من زان میان بیرونم اے دوست
بیش تو کردہ ام عیان حالِ تباہِ خویش را ۔۔۔ تا تو نصیحتے کنی چشم سیاہِ خویش را،
سرزنشم مکن کہ تو شیفتہ تر ز من شوی، ۔۔۔ گر نگری در آئینہ روے چو ماہِ خویش را،

---

ختنی جمالی اے مہ ز حبش چہ نام داری ، ، ۔۔۔ تو بجز خطے و خالے ز حبش کدام داری،
حبشی منم نہ در تن ہمہ سوخت است خونم ۔۔۔ ختنی توئی کہ در بر ہمہ سیم خام داری
حبشی است رنگ مویت، ختنی است رنگ رویت ۔۔۔ تو میان این دو کشور بہ کجا مقام داری ؟
حبشی سفید نبود ۔۔۔ ختنی نمک ندارد ۔۔۔ تو بغایت سفیدی نمکے تمام داری ؟

انہی بوڑھے غمزوں میں، کبھی کبھی بڑے شوخ جملے بھی زبان سے نکل جاتے ہیں،

بوسہ می خواہم از آن لب تو چہ می فرمائی ۔۔۔ گر صواب است بگو ورنہ خطائے بکنم
میں تب ایک بوسہ چاہتا ہوں، کہیئے کیا رائے ہے ؟ ۔۔۔ مناسب ہو تو بہتر ورنہ نامناسب ہی کیا جائے

قصیدے بہت ہیں، لیکن ان میں بھی کوئی خاص بات نہیں سنائی کا انداز ہے اخلاق اور تصوف کو ترکیب دیکر کہتے ہیں، لیکن سنائی سے بہت پیچھے ہیں، اس لئے مقبول نہ ہو سکے، البتہ ایک قطعہ نہایت صاف شستہ اور پُر لطف کہا ہے، جس کا آجتک جواب نہ ہو سکا،

دوش رفتم بہ خرابات و مرا راہ نبود، ۔۔۔ می زدم نالہ و فریاد کس از من نشنود
یا نہ بُد ہیچ کس از بادہ فروشان بیدار ۔۔۔ یا کہ من ہیچ کسم ہیچ کسم، در نکشود
یا سے از شب بگذشت بیشتر ک، یا کمتر ۔۔۔ رندے از غرفہ برون کرد سر و رخ بنمود
گفت خیر است درین وقت کرا میخواہی ؟ ۔۔۔ بے محل آمدنت بر در ما بہر چہ بود،
گفتمش در بکشا گفت برو ہرزہ مگوی ؟ ۔۔۔ کاندرین وقت کسے بہر کسے در نکشود

این نہ مسجد کہ بہر لحظہ درش بکشایند — کہ تو دیر آئی و اندر صف پیش استی زود،
این خرابات مغان ست، در و رند انند — شاہد و شمع و شراب، و شکر و نای و سرود،
ہر چہ در جملہ آفاق در ینجا حاضر — مومن و برہمن و گبر و نصارا و یہود
گر تو خواہی کہ دم از صحبت ایشان بزنی — خاک پائے ہمہ شو تا کہ بیابی مقصود

عصمت بخاری اور عرفی نے قوافی بدل کر اس کا جواب لکھا ہے۔ لیکن جواب نہو سکا،

عصمت کا قطعہ یہ ہے،

سر خوش از کوئی خرابات گذر کردم دوش — بہ طلب گاری ترسا بچۂ بادہ فروش
پیشم آمد بہ سر کوچہ پری رخسارے — کافرے عشوہ گرے زلف چو زنار بدوش،
گفتم این کوی چہ کوی ست و ترا خانہ کجا است — اے مہ نو خم ابروی ترا حلقہ بگوش
گفت تسبیح بہ خاک افگن و زنار بہ بند — سنگ بر شیشۂ تقوی زن و پیمانہ بنوش
بعد از ان پیش من آتا بتو گویم سخنے، — راہ بنمایم اگر بر سخنم داری گوش،
دین بر افگندہ و مدہوش دویدم در پیش — تا رسیدم بہ مقامے کہ دین ماند و نہ ہوش
دیدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست، — از خم بادۂ عشق آمدہ در جوش و خروش
بے مے و مطرب و ساقی ہمہ در عیش و سرود — بے مے و جام صراحی ہمہ در نوشا نوش
چون سر رشتہ ناموس برفت از دستم — خواستم تا سخنی پرسم از و گفت خموش
این نہ کعبہ است کہ بے پا و سر آئی بہ طواف — وین نہ مسجد کہ چنین بے ادب آئی بخروش
این خرابات مغان است و درو رندانند — از دم صبح ازل تا بقیامت مدہوش،

قصیدہ میں ان کی یہ خصوصیت لحاظ کے قابل ہے کہ اگرچہ اُن کو مختلف درباروں سے تعلق تہا اور جسقدر مثنویان لکھیں، سب کسی نہ کسی فرمانروا کے نام پر لکھیں، تاہم قصیدہ کو اُنہوں نے مدّاحی سے آزاد رکھا، اور یہ بتایا کہ شعر کی اس عمدہ صرف سے اور بھی مفید کام لئے جا سکتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ ان کے نقش قدم پر کوئی نہ چلا، قصیدے اس وقت سے آج تک خوشامد کی طرز میں ادا کئے جاتے ہیں،

# نظامی کی شاعری

نظامی نے شاعری کو جس طرح ترقی دی اور جو باتین اُس میں پیدا کین، اُن کو ہم تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں، لیکن پہلے اِن سب کو اجمالاً لکھ دینا چاہیئے تاکہ یکجائی طور سے سب باتین پیش نظر ہو جائین۔ اُن کی خصوصیات حسب ذیل ہیں،

(۱) جامعیت، یعنی شاعری کی ہر صنف کو انہوں نے ترقی دی،

(۲) زور کلام،

(۳) بلاغت،

(۴) جدت استعارات اور تشبیہات،

(۵) ایجاد و اختراع اور قوت تخییل،

(۶) اولیات یعنی بہت سی باتین اول انہی نے ایجاد کین،

ہم ایک ایک کو تفصیل سے لکھتے ہیں،

جامعیت - ایران میں جس قدر شعرا گزرے ہیں وہ خاص خاص انواع شاعری میں کمال رکھتے تھے، مثلاً فردوسی رزم کا مرد میدان ہے عشقیہ شاعری میں اسکو کمال نہیں، سعدی اخلاقی اور عشقیہ شاعری کے پیغمبر ہیں لیکن رزم میں پھیکے ہیں۔ چنانچہ سکندر نامہ کی طرز پر شاطر اصفہانی جو حکایت بوستان میں لکھی ہے اگرچہ اسمین اپنا پورا زور صرف کر دیا ہے لیکن وہ بوڑھا پن نہیں جاتا۔ ایک مصرع نہایت زور شور کا ہے دوسرے میں دفعۃً پست ہو جاتے ہیں خیام صرف فلسفہ لکھ سکتا ہے حافظ صرف غزل لکھ سکتے ہیں، بخلاف اسکے نظامی نے رزم، بزم، فلسفہ عشق، اخلاق سب کچھ لکھا ہے اور جو کچھ لکھا ہی لاجواب لکھا ہے، البتہ مدح اُنسے نہیں بن پڑتی لیکن مدح کوئی شاعری نہیں۔ شاعر بھاٹ نہ ہو تو اس کی شاعری میں کیا نقص ہے،

نظامی کی انواع شاعری پر الگ الگ بحث آگے آتی ہے،

اولیات، نظامی - بہت سی باتون کے موجد ہیں،

مثلاً سب سے پہلے انہی نے پانچ مختلف بحروں میں مثنویان لکھیں جس کی تقلید اسوقت سے

آج تک تمام بڑے بڑے شعرا کرتے آئے ہیں، چنانچہ ان کے خمسہ پر تمام شعرا نے خمسہ لکھا ہے
مخزن اسرار اور ہفت پیکر کی بحر کو اول انہی نے مثنوی میں داخل کیا،
سب سے پہلے انہی نے ایک مثنوی (مخزن اسرار) میں پانچ نعتیں لکھیں اور ہر ایک کا جدا رنگ ہے،

سب سے پہلے انہی نے فلسفیانہ مباحث کو نظم کیا،
سب سے پہلے انہی نے ساقی نامہ کا خاکہ قائم کیا،
سب سے پہلے انہی نے قصیدہ کو مدح سے پاک کیا،

زور کلام نظامی سے پہلے شعرا کا کلام، صفائی، سادگی، شستگی تک محدود رہا تھا اور انہیں چیزوں کے کمال سے شاعری کے کمال کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ نظامی پہلے شخص ہیں جس نے ترکیبوں میں چستی اور کلام میں زور، بلندی، اور شان و شوکت پیدا کی عرفی اور ابوالفضل کی نظم و نثر کا زور مشہور ہے مگر دونوں پر نظامی ہی کا اثر ہے یہاں تک کہ شعرا نے کہدیا کہ ابوالفضل نے سکندر نامہ ہی کو لیکر نثر کر دیا ہے،

فردوسی کے زمانہ تک، روزمرہ اور بول چال کی زبان خالص فارسی تھی، چنانچہ مثنویوں کی زبان وہی رہی، البتہ قصائد میں جس سے لفاظی اور علمی قابلیت کا اظہار بھی مقصود ہوتا تھا، عربی الفاظ اور ترکیبیں کثرت سے شامل ہوجاتی تھیں۔ یہانتک کہ علوم عربیت کے گھر گھر پھیل جانے سے روزمرہ کی زبان بھی وہی مخلوط العربیتہ فارسی ہوگئی۔ اب عربی الفاظ کا جدا کرنا، فارسی زبان کا بدمزہ اور بے اثر کردینا تھا اس لئے نظامی نے اس باب میں فردوسی کی تقلید نہیں کی، بلکہ اسی زبان کو لیا جو ملک اور قوم کی عام زبان تھی، لیکن ان کی نکتہ سنجی یہ ہے کہ عربی اور فارسی کے جو لفظ انکے ہاں آتے ہیں، وہ ہوتے ہیں کہ اس کا ہم معنی کوئی لفظ اس لفظ او رشان و شوکت تمام زبان میں نہیں مل سکتا، یہی بات ہے کہ ان کے کسی مضمون کو، جب کوئی شاعر اپنے لفظوں میں ادا کرنا چاہتا ہے تو وہ شان قائم نہیں رہتی، مثلاً انکا یہ شعر کمند کی تعریف میں ہے،

کمند اژدہائے مسلسل شکنج ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ دہن باز کردہ بہ تاراج گنج،

سعدی اسی مضمون کو لیکر یوں تصرف کرتے ہیں،

بپیچید، شر بران پر خاشش ساز　　کمند، اژدہا ئے دہن کردہ باز

دونون کے مضمون اور معنی میں جو فرق ہے اس سے یہاں بحث نہیں لیکن الفاظ کی ساخت اور ترکیب پر غور کرو، کسقدر فرق ہے، مسلسل، شکنج، تاراج گنج، یہ الفاظ اور ان کی پرزور ترکیب، سعدی کے ہاں کہاں ہے،

فردوسی، سعدی، اور نظامی کے ہان جو مضامین مشترک ہیں، انکا باہم موازنہ کرو، بلاغت سے قطع نظر، الفاظ کی شکوہ و شان اور ترکیبوں کی چستی اور نظم و نسق میں نظامی کا کلام علانیہ ممتاز نظر آیگا نمونہ کیلئے ہم صرف دو ایک مثالین درج کرتے ہیں،

فردوسی خدا کی ذات اور عالم غیر عنصری کے ادراک کی حد سے خارج ہونے کو اس طرح ادا، کرتا ہے،

نیابد بدو نیز اندیشہ راہ　　کہ او برتر از نام و از جایگاہ،
سخن ہر چہ زین گوہران بگذرد،　　نیابد بدو راہ جان و خرد،
ازین پردہ برتر سخن گاہ نیست،　　ہستیش، اندیشہ را راہ نیست

نظامی اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں،

اساسے کہ در آسمان و زمی است　　بہ اندازہ فکرت آدمی است،
شود فکر اندازہ را رہنمون،　　سر از حد اندازہ نارد برون،
بہر پایۂ دست چندان رسد　　کہ آن پایہ را کار بہ پایان رسد،
چو پایان پذیرد حد کائنات،　　نماند در اندیشہ دیگر جہات
نبیند رسید اندیشہ افزون ازین،　　کہ ہستی نہ، بلکہ بیرون ازین،

اسی مضمون کے قریب قریب یہ اشعار ہیں،

چنان بر کشیدی و بستی نگار،　　کہ بہ زان نیارد خرد در شمار
چنان بستی این طاق نیلوفری　　کہ اندیشہ را نیست زو برتری
چنان آفریدی زمین و زمان،　　ہمان گردش انجم و آسمان
کہ چندان کہ اندیشہ گردد بلند　　سر خود برون ناورد زین کمند،

شاید تم کو خیال ہو کہ فردوسی کے بہت سے الفاظ اب نامانوس ہیں، نظامی ان کے بجائے متداول الفاظ لاتے ہیں، اس کے سوا، نظامی کو یہ موقع حاصل ہے کہ جہاں فارسی الفاظ سے شان و شکوہ پیدا ہو سکے، وہاں عربی الفاظ سے کام لیں، فردوسی، اپنے التزام کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا، لیکن یہ خیال صحیح نہیں، نظامی جہاں خود فردوسی کی بولی بولتے ہیں، وہاں بھی یہ فرق قائم رہتا ہے، عناصر کی ابتدا اور اُن کی ترکیب کو دونوں نے لکھا ہے اور خالص سادہ فارسی ہیں لکھا ہے، فردوسی،

| | |
|---|---|
| از آغاز باید که دانی درست | سرمایهٔ گوهران از نخست |
| یکے آتشے بر شده تابناک | میاں باد، و آب از بر تیره خاک، |
| نخستین که آتش ز جنبش دمید، | ز گرمیش پس خشکی آمد پدید، |
| وزاں پس ز آرام سردی نمود، | ز سردی، ہماں باز تری فزود، |
| چون این چار گوہر بجاے آمدند | ز بهر سپنجی سرائے آمدند، |
| گرها یک اندر دگر ساخته، | ز ہر گونه گردن برافراخته، |

یعنی عناصر (گوہر) کی ابتدا یوں ہوئی کہ پہلے آگ بلندی پر پیدا ہوئی، اس کے پیچھے ہوا، پھر پانی، پھر خاک، آگ حرکت سے پیدا ہوئی، اس کی حرارت کی وجہ سے یبوست پیدا ہوئی پھر سکون کی وجہ سے برودت کا وجود ہوا، برودت نے رطوبت پیدا کی، یہ عناصر باہم ترکیب پا کر عالم بنا، نظامی

| | |
|---|---|
| زگشت سپهر آتش آمد پدید، | که آتش به نیروی گردش دمید |
| ز نیروے آتش ہوائے کشاد | که باشند او گرم دارد نهاد، |
| به بادے گرائیده شد گوہرش | که گردندگی دور بود از برش |
| چکیده ز ہوا تری در مغاک | پدید آمد آبے چنان مغز و پاک، |
| چو ہر چار گوہر به امر خدائے | گرفتند بر مرکز خویش جائے، |
| مزاج همه در ہم آمیختند | ز زور ستیزها برانگیختند، |

ان اشعار میں امر، مرکز، مزاج، کے سوا باقی تمام الفاظ فارسی ہیں، لیکن فردوسی کے الفاظ اور ترکیب الفاظ میں وہ بلندی اور شان نہیں، جو نظامی کے ہاں ہے، گشت سپہر، نیرو، نہاد، گرائیده گردندگی، مغاک، نغز، ان الفاظ اور اُن کی حسن ترکیب نے جو بات پیدا کی مذاق صحیح اس کا اندازہ

کرسکتا ہے،

اسی مضمون کو ایک اور جگہ لکھا ہے،

نخستیں طلسمے کہ پرداختند ــــــ زمین بود ترکیب از و ساختند

چو نیروے جنبش درو کردگار، ــــــ بافسردگی زود آمد بخار،،

از و ہر چہ رخشندۂ پاک بود،، ــــــ سزاوار اجرام افلاک بود،

دگر بخشہا کان بلندی نداشت ــــــ بہر مرکزے مایۂ می گزاشت،،

یکے بخش از و آتش روشن است ــــــ کہ بالا ترین طاق این گلشن است

دگر بخش از و باد جنبندہ خواست ــــــ کہ تا او نہ جنبد نداند کہ کواست

سوم بخش از و، آب راوق پذیر،، ــــــ کہ ہستش زراوق گری ناگزیر،،

ان اشعار میں اکثر فلسفیانہ اصطلاحات کو عربی کے بجائے فارسی میں ادا کیا ہے، مثلاً

| عربی | فارسی | عربی | فارسی |
| --- | --- | --- | --- |
| قوت حرکتہ | نیروی جنبش | قسر | افسردگی |
| نوع | بخشش | مادہ | مایہ |
| متحرک بالطبع | جنبندہ خو | سیال | راوق پذیر |

نظامی کے اشعار کا سعدی سے مقابلہ کرو، تو یہ فرق اور واضح ہو جاتا ہے، مثلاً نظامی انقلابات زمانہ اور واقعات عالم کی عبرت انگیزی کو اس طرح ادا کرتے ہیں

فلک بر بلندی، زمین بر مغاک ــــــ یکے طشت خون شد، یکے طشت خاک

نوشتہ برین ہر دو آلودہ طشت، ــــــ زخون سیاوش بسے سر نوشت

سعدی اسی مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں،

زدل تیشہ یک روز بر تل خاک ــــــ بگوش آمدم نالۂ دردناک،،،

کہ زنہار اگر مردی آہستہ تر ــــــ کہ چشم و بنا گوش و روی است و سر

جوانی شد و زندگانی نماند ــــــ جہان گو ہمان، چون جوانی نماند

عہد شباب کی حسرت کو دونوں نے لکھا ہے نظامی کہتے ہیں،

چو بادِ خزانی در افتد به باغ ، ، نماند رہ جائے بلبل بزاغ ، ،

بود برگ ریزان چو شاخ بلند دل باغبان زان شود دردمند

بنال اے کہن بلبل سالخورد کہ رخسارۂ سرخ گل گشت زرد

دوتا شد سہی سرو آراستہ ، کہ پورشد از باغ برخاستہ ،

فرو ماند و ستم زمے خواستن ، گران گشت پایم ز برخاستن

تنم گونۂ لاجوردی گرفت ، ، ، گلم سرخی انداخت زردی گرفت

ہمیون روز نارہ زرہ مانا رباز ، ، ، بہ بالین گہ آمد سرم رابساز

سعدی لکھتے ہیں،

چو باد صبا بر گلستان وزد چمیدن درخت جوان راسزد

نہ زیبد مرا با جوان چمید کہ بر عارضم صبح پیری دمید

شمار است نوبت برین خوان نشست کہ مار از تنم بشسینم دست ،

گل سرخ رویم نگر زر تاب فرو رفت چون زرد شد آفتاب

گلستان ما راطرادت گزشت کہ گلدستہ نبدد چو پژمردہ گشتن

قوت تخییل شاعری کے تمام نازک اور مشکل مقامات میں انکی جدت اور اختراع عجیب و غریب صنائع عیاں ، نظر آتی ہیں قصہ کے خاکے کھینچنے میں ترتیب افعالات میں، تمہیدیں، واقعہ نگاری میں، بندش مضامین میں استعارات میں، مبالغوں میں، ہر جگہ نیا انداز نظر آتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ انکی قوت تخییل (امیجنیشن) کسقدر قوی اور دستِ رس ہے

بادشاہ کی مدح لکھتے ہیں، اور یہ تمہید اُٹھاتے ہیں،

علم برکش اے آفتاب بلند خرامان شو اے ابر مشکین پرند ،

بنال اے دل رعد چون کوس شاہ بخندائے لب برق چون صبحگاہ ،

ببارائے ہوا، قطرۂ ناب را بگیر اے صدف دُر کن آن آب را

برآ اے دُر از قعر دریائے خویش بہ تاج سر شاہ کن جائے خویش

قدیم خیال یہ تہا کہ آفتاب کی گرمی سے بخارات پیدا ہوتے ہیں، اس سے بادل پیدا ہوتے ہیں بادل برستا ہے تو سیپ کے منہ میں جو قطرے پڑتے ہیں، موتی بنجاتے ہیں، ان خیالات کی بنا پر

نظامی کہتے ہیں،

اُو آفتاب، عَلَم اُٹھا، او سیاہ پوش بادل، آہستہ آہستہ چل،

او رعد نقارۂ شاہی کی طرح کڑک — او بجلی صبح کی طرح ہنس،

اُو ہوا، قطرے برسا، او سیپ قطرہ کو لیکر موتی بنا، او موتی، دریا کی تہ میں سے نکل،

اور نکل کر بادشاہ کے تاج پر جگہ لے،

بات اتنی تھی کہ بادشاہ کا تاج جواہر نگار ہے لیکن شاعر کو قوت تخیل کے ذریعہ سے یہی بات اس صورت میں نظر آتی ہے کہ عالم کا تمام کاروبار، صرف بادشاہ کے اوج و شان بڑھانے کے لیئے ہے، اس کی قوت خیالیہ اس سے بھی آگے بڑھتی ہے ممدوح کے بل پر اس کو تمام عالم اپنا محکوم نظر آتا ہی اور وہ تحکمانہ انداز سے آفتاب، بادل، رعد، برق، اور ہوا کو حکم دیتا ہے کہ اپنے اپنے کام انجام دیکر موتی تیار کرو، تاکہ بادشاہ کے تاج پر ٹانکے جائیں۔ اِس کے ساتھ انداز بیان کے زور الفاظ کی شوکت، بندش کی در و بست کو دیکھو، طلسم کا عالم نظر آتا ہے پھر خیال کرو کہ ایک ایک مختلف حالت کو کس طرح صرف ایک ایک مصرع میں کھپا دیا ہے،

**مثال ۲۔** سکندر نامہ میں متعدد جگہ آفتاب کے غروب اور طلوع کو، بیان واقعہ کی حیثیت سے لکھا ہے، لیکن ہر جگہ ایک نیا پیرایہ قائم کیا ہے، مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں،

چو یاقوت خورشید را اُز دیرد — بہ یاقوت جستن جہاں پے فشرد

بدُزدی گرفتند مہتاب را — کہ این بُرد آن گوہر ناسب را،

یعنی جب آفتاب کا یاقوت، چوری گیا تو زمانہ نے یاقوت کے ڈھونڈھنے کے لیئے دوڑ دھوپ شروع کی، آخر چاند کو جا کر پکڑا کہ اس نے یہ جوہر چرایا ہے، چونکہ آفتاب کے غروب کے بعد، چاند نکلتا ہے، اس لیئے اِس کو چور قرار دیا،

کہ چون آتش روز روشن گزشت — برو از دود شد گنبد تیر گشت

شب از ماہ بر بست پیرایہ، ، — شگفتی بود نور در سایہ،

یعنی جب دن کی آگ بجھ گئی تو دھواں اٹھا (یعنی رات) اور گنبد (آسمان) میں بھر گیا، رات نے چاند کا زیور پہنا لوگوں کو اس پر حیرت ہوئی کہ سایہ میں نور نظر آتا ہے،

دگر روز کین ساقی صبح خیز — زمی کرد بر خاک، یاقوت ریز ،،
(یعنے دہوپ)

چو خورشید بر زد سر از گنج نیل ، — فرو شست گردون قبا را ز نیل

چه در برقع کوه رفت آفتاب — سر روز روشن، فرو شد بخواب

شب تیره چون اژدهای سیاه — ز ماهی برآورد سر سوئے ماه ،،

سیه کرد بر شبروان راه را — فرو برد چون اژدها ماه را ،،

سپاه سحر چون علم بر کشید — جهان، حرف شب را قلم در کشید

چو سلطان شب، چتر بر سر گرفت — سواد جهان راه عنبر گرفت ،،

ستاره چنان گنج از زر فشاند — که مهد زمین گاو، بر گنج راند ،،

که چون شاه چین صبح را بار داد — عروس عدن، دُر، به دینار داد ،،

چو شب در سر آورد کحلے پرند — سپهر، در آمد به مشکین کمند ،،
(رات، ستاره، آفتاب)

**استعارات اور تشبیہات** نظامی کی خصوصیات شاعری میں نہایت نمایاں خصوصیات استعارات اور تشبیہات کی جدت ہے استعارہ اور تشبیہ اگر صرف حسن کلام اور تفنن طبع کے کام آئے تو وہ کوئی بڑی چیز نہیں، لیکن بعض استعارے یا تشبیہات ایسے ہوتے ہیں جن کا اثر اصل مضمون پر پڑتا ہے، یعنی مضمون کا زور بڑھ جاتا ہے، جو بات صفحوں میں ادا ہو سکتی ہے ایک لفظ سے ادا ہو جاتی ہے صورت واقعہ کی تصویر اس طرح سامنے آجاتی ہے کہ کسی اور طرح سے نہیں آسکتی تھی اس قسم کے استعارات اور تشبیہیں اور شعرا کے ہاں بہت کم پائی جاتی ہیں، لیکن نظامی کا کلام ان سے بھرا پڑا ہے مثلاً دارا جب زخم کھا کر گرا ہے اس موقع پر اس واقعہ کو یوں ادا کرتے ہیں۔

نسب نامۂ دولت کیقباد — ورق بر ورق ہر سوئے بُرد باد ،

دارا سلسلۂ کیانی کا اخیر فرمانروا تھا، اور اس کے مرنے سے گویا، اس عظیم الشان خاندان کی، تاریخ مٹ گئی، اس مضمون کو تشبیہ نے کس قدر مؤثر اور بلند کر دیا، دارا کو خاندان کیانی کا نسب نامہ کہا، یعنی جس طرح نسب نامہ میں تمام خاندان کے نام درج ہوتے ہیں، دارا کا وجود گو بالتمام خاندان کا وجود ہے، اور اسکے دیکھنے سے کیقباد، کیخسرو، کیکاؤس سب کی مجموعی عظمت و شوکت ،

آنکھوں میں پھر جاتی ہے، پھر اس کے مرنے کو یوں بیان کو کیا کہ نسب نامہ کیانی کا ایک ایک ورق الٹ گیا
اسی مضمون کو ایک اور تشبیہ کے ذریعہ سے ادا کیا ہے،

بہار فریدون وگلزار جم ، زباد خزان گشت تاراج غم

سکندر نے جب دارا کی سسکتی لاش کو اپنے زانو پر رکھ لیا ہے، اس موقع پر کہتے ہیں،

شب تیرہ بر روز رخشان نہاد ، بخستہ را بر سر ران نہاد ،،

سکندر نے جب دارا کو گستاخانہ جواب لکھا ہے، تو دارا کہتا ہے،

ازان ابر عاصی چنان ریزم آب ، کہ نارد دگر دست بر آفتاب ،

اس سرکش بادل کو اس طرح نچوڑوں گا ، کہ پھر آفتاب پر ہاتھ نہ بڑھا سکے ،،،

سکندر نے جب ایک حبشی سردار پر حملہ کیا ہے تو حملہ کی تیزی اور زور کو اس طرح ادا کرتے ہیں

بکبک دری چون ؟ در آید عقاب ، چگونہ ؟ جہد بر زمین آفتاب ،

ازان تیز تر خسرو پیلتن ، بہ تندی در آمد بہ آن اہرمن ،،

آفتاب سورج کو بھی کہتے ہیں اور دھوپ کو بھی اس موقع پر بلاغت کے انداز کو دیکھو تشبیہ سے ابتدا نہیں کی، بلکہ مخاطب سے کہتے ہیں، کہ تم کو خیال ہے کہ عقاب، چکور پر کیونکر گرتا ہے، دھوپ کسطرح زمین پر فوراً چھا جاتی ہے ؟ اس سے مقصد یہ ہے کہ پہلے مخاطب کے ذہن میں اچھی طرح یہ سمان قائم ہو جائے، پھر کہتے ہیں اُس سے بھی زیادہ تیزی اور زور کے ساتھ سکندر نے اس دیو پر حملہ کیا، حملہ کی خاص حالت سے قطع نظر کر کے سکندر کو آفتاب اور حریف کو زمین سے تشبیہ دینا یوں بھی موزوں تھا، تشبیہ مرکب نے اس لطف کو اور دوبالا کر دیا ہے ۔

سکندر نے جب ایک روسی پہلوان پر کمند پھینکی ہے، اس موقع پر کہتے ہیں،

کمند عدو بند را شہریار ،، بینداخت چون چنبر روزگار ،

کہنا یہ تھا کہ سکندر نے اس طرح کمند پھینکی کہ حریف کسی طرح اس سے بچ نہیں سکتا تھا اس مضمون کو چنبر روزگار کی تشبیہ نے کس قدر پرزور کر دیا،

رسول اللہ صلعم نے جب خسرو پرویز کو خط لکھا ہے تو خط میں عرب کی رسم کے مطابق، اپنا نام خسرو کے نام سے پہلے لکھا ہے، خسرو نے خط کھولا تو چونکہ ایران میں بادشاہ کا نام عموماً

تحریروں میں پیشانی پر لکھا جاتا ہے، رسول اللہ کا نام سرنامہ پر دیکھ کر خسرو سخت جھلّا اٹھا اور خط کو پرزے پرزے کرکے پھینک دیا، اس موقع کو نظامی نے شیرین خسرو میں جہاں لکھا ہے خسرو کی جھلاہٹ اور برہمی کو اس طرح تشبیہ کے ذریعہ سے ادا کرتے ہیں،

چو عنوان گاہ عالم تاب را دید    تو گفتی سگ گزیدہ آب را دید ،،

دیوانہ کتا جب کسی کو کاٹ کھاتا ہے تو سگ گزیدہ پانی کو دیکھ کر بڑے زور سے جھجکتا ہے اب تشبیہ کے تمام اجزا پر خیال کرو، رسول اللہ کا خط آب شیرین ہے خسرو نے چونکہ رسول اللہ کے خط سے بے ادبی کی ہے، اس لئے شاعر اس کو سگ نجس سمجھتا ہے فوری اور شدت کی جھلاہٹ سگ گزیدہ کی اس مخصوص حالت سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی، ان سب باتوں کو پیش نظر رکھو، تو نظر آئے گا کہ یہ مضمون جس طرح اس تشبیہ سے ادا ہو سکتا تھا، اور کسی طرح ادا نہیں ہو سکتا تھا،

قدما اور متاخرین کی خصوصیات جدا جدا ہیں اور اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ گو قدما کی، متانت، پختگی، جزالت، کے مقابلہ میں متاخرین کا کلام سبک معلوم ہوتا ہے تاہم متاخرین کی بعض بعض خصوصیتیں اس قابل ہیں کہ اُن پر رشک کیا جائے، ان میں ایک تشبیہات کی لطافت اور استعارات کی نزاکت ہے، قدما آس پاس کی چیزوں سے سادہ سادہ تشبیہیں پیدا کرتے تھے استعارے بھی سادے اور سہل المآخذ ہوتے تھے، لیکن متاخرین کے زمانہ میں تمدن بہت ترقی کر گیا تھا اسلئے انسانی احساسات نازک اور لطیف ہو گئے تھے، اس بنا پر اب قدما کی تشبیہیں بے مزہ ہو گئی تھیں اس کو مادیات کے ذریعہ سے یوں سمجھو کہ جب کسی قوم کا تمدن ابتدائی حالت میں ہوتا ہے تو وہ نہایت تیز اور کرخت خوشبو کو پسند کرتی ہے اور کم درجہ کی خوشبو کو اس کا دماغ اچھی طرح محسوس نہیں کر سکتا، یہی سبب ہے کہ عرب مشک اور عنبر اور ہندو تلسی اور ناز بو کی خوشبو پسند کرتے تھے لیکن آج چونکہ ہر چیز میں لطافت پیدا ہو گئی ہے مشک اور تلسی کی خوشبو سے بعض وقت دماغ پراگندہ ہو جاتا ہے، اب گلاب اور کیوڑہ کا عطر درکار ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انگریزی عطر محبوب ہے جو اس قدر لطیف ہوتا ہے کہ عام آدمیوں کو اسکی خوشبو محسوس بھی نہیں ہوتی استعارہ اور تشبیہ کا بھی یہی حال ہے استعارہ اور تشبیہ کی یہ لطافت، متاخرین کا خاصہ ہے، مثلاً قدما،

معشوق کے چہرہ کو آفتاب سے، اور اُس کی ہنسی کو خندۂ صبح سے تشبیہ دیتے تھے، لیکن متاخرین کے مذاق میں ایک اور شاعر کہتا ہے، ع صبح زخورشید رخت خندہ،

یعنی معشوق کا چہرہ ہنسا تو صبح پیدا ہو گئی، یعنی صبح خود معشوق کی ہنسی کا نام ہے،

استعارہ اور تشبیہ کی اِس لطافت اور نزاکت کے موجد قطامی ہیں، اُنہوں نے اِس کثرت سے نازک اور لطیف استعارے اور تشبیہیں پیدا کیں کہ متاخرین میں سے بھی کسی ایک شاعر کے کلام میں نہیں مل سکتیں، چند مثالیں ملاحظہ ہوں،

به باغ شعله در، دہقان انگشت بنفشه می درد و لاله می کشت،

کہنا یہ تھا کہ انگیٹھی میں آگ جلائی تو دُھواں کم ہوجاتا تھا اور آگ بھڑکتی جاتی تھی، اس کو اس طرح ادا کیا کہ انگیٹھی کا دہقان، شعلوں کے باغ میں بنفشہ کاٹتا جاتا تھا، اور لالہ بوتا جاتا تھا۔

درآمد نقشبند رمانوی دست، زمین را نقشہا ئے بوسہ می بست

کہنا یہ تھا کہ مصور جب دربار میں آیا، تو آداب دربار کے موافق زمین بوس کرتا آتا اس کو، اس طرح پر ادا کیا کہ مصور بوسوں سے نقش و نگار کرتا آتا تھا،

بہ نوشیدن لب، آن جام را نوش کرد زلب جام را حلقہ درگوش کرد،

پیالہ پینے کے وقت لب، کی جو ہیئت پیدا ہوتی ہے اس کو حلقہ سے تشبیہ دی ہے، اور اس بنا پر پیالہ کو لب کا حلقہ بگوش قرار دیا ہے،

ہوا بر سبزہ ہا گوہر گسستہ زمرد را بہ مروارید بستہ،

شبنم کو موتی سے، اور سبزہ کو زمرد سے تشبیہ دی ہے، اس بنا پر کہتا ہے کہ ہوا نے سبزہ پر جو موتی بکھیر دیئے تھے، تو یہ معلوم ہوتا تھا، کہ زمرد میں موتی ٹانک دیے ہیں،

زگیسو گہ کمر مے کرد و گہ تاج، بدان تاج و کمر شہ گشتہ محتاج،

معشوقہ جو زلفوں کا کبھی جوڑا باندھتی تھی اور کبھی کمر پر چھوڑ دیتی تھی، اس کو تاج و کمر سے تشبیہ دی ہے

قلم کی تعریف، ع مشک در جیب لعل نہ زدہ امان،

عاشق و معشوق کا ہمکنار ہونا،

شبا روزے دگر خفتند مدہوش بنفشہ در سر و نسرین در آغوش،

نوشابہ کا جواب دینا،

بہ پاسخ نمودن زن ہوشمند ز یاقوت سربستہ بگشاد بند

ازان سیمگون سکہ، نو بہار درم ریز کن بر لب جوئبار

آغاز بہار میں جو شگوفے کھلتے ہیں ان کو، بہار کا سکہ قرار دیا ہے،

ز بار بدن، ابر کافور بار، سمن رستہ از دستہائے چنار

یعنے چنار کے پتون پر جو برف گرتی تھی تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ چنار کے ہاتھوں پر چنبیلی کے پھول کھلتے ہیں

سحر غافل از نظارۂ شاہ کہ سنبل بستہ بود بر نرگسش راہ

یہ اسوقت کا بیان ہے کہ شیرین نہا رہی تھی، اور زلفون کو چہرہ پر چھوڑ دیا گیا تھا شعر کا مطلب یہ ہے کہ شیرین کو خسرو کے نظارے کی خبر نہ تھی، کیونکہ سنبل نے نرگس کا راستہ روک رکھا تھا،

کشادہ طاق ابرو تا سر دوش کشیدہ طوق غبغب تا بنا گوش،

خواب نرگس خمار دیدۂ او، ناز نسرین، درم خریدۂ او،

چو بر فرق، آب مے انداخت از دست فلک بر ماہ مروارید می بست،

سمن ساقی و نرگس جام بر دست بنفشہ در خمار و سرخ گل مست

بنفشہ تاب زلف افگندہ بر دوش کشادہ باد نسرین را بنا گوش،

گونہ گونہ گلے شگفتہ درد،، سبزہ بیدار آب خفتہ درد

بعض اوقات تشبیہ سے ہیبت اور عظمت مقصود ہوتی ہے اس قسم کی تشبیہات آج تک کسی نے نظامی سے بڑھکر بلکہ اُن کے برابر بھی نہیں پیدا کیں، مثلاً

کمند اژدہائے مسلسل شکنج، دہن باز کردہ بہ تاراج گنج

زمین کو بساطے بُد آراستہ غبارے شد، از جای برخاستہ

دران دجلۂ خون، بلند آفتاب چو نیلوفر، افگندہ زورق در آب

ز شمشیر برگشتہ جائے بنود کہ در غار وے اژدہائے بنود

زخم کو غار اور تلوار کو، اژدہا سے تشبیہ دی ہے،

اے مدنی برقع ومکی نقاب، سایہ نشین چند بود آفتاب،

تاج وتخت تو دار جہان، تخت زمین آمد وتاج آسمان،،

زبس خون کہ گرد آمد اندر مغاک چو گو گرد شُرخ آتشین گشت خاک

نہنگ خدنگ از کمین کمان، بسا سود بر یک زمین یک زمان

شاعری لطافت اور رنگینی کا ایک بڑا راز یہ ہے کہ بے جان چیزوں کو صاحب ادراک،، قرار دے کر اُن کی نسبت ارادی کام منسوب کیئے جائیں۔ مثلاً عرفی کہتا ہے،

نہ گفتہ و من بشنودم، ہر آنچہ گفتن داشت کہ در بیان نگہش کرد بر زبان تقدیم،

لبش چو نوبت خویش از نگاہ باز گرفت، فتاد سامعہ در موج کوثر و تسنیم،،

یعنی اُس نے کچھ نہیں کہا لیکن میں نے سن لیا، کیونکہ تقریر کرنے میں اُس کی نگاہوں نے زبان سے پیشدستی کی، جب ہونٹوں نے نگاہ سے اپنی باری مانگی تو سامعہ کوثر کی موجوں میں، ڈوب گیا، یا مثلاً

رہ نیم از نگہ شوق کہ گوید ہمہ باز اززبان، آنچہ دم عرض تمنا ماند،

متاخرین نے اس طرز کو نہایت وسعت دی، اور اس سے نہایت لطیف اور رنگین نئے نئے اسلوب پیدا کیئے، لیکن اس طرز کے موجد نظامی ہیں، خسرو میں لکھتے ہیں،

نہان بادشاہی گفت آن بناگوش، کہ مولائے تو ام، با حلقہ در گوش،

چو سر پیچیدہ گیسو مجلس آراست چہ رخ گردید گردن عذر با خواست

بگویم غمزہ را تا وقت شبگیر سمن رش را بر قفص آرد بیک تیر

بگویم زلف را تا یک فن آرد،، شکیبش را زسن در گردن آرد

نظامی کے یہ مضامین، متاخرین کے شمع راہ بنے، جس کی روشنی میں ان گوناگون اسالیب کا سلسلہ بندھ گیا، نظامی نے جب (پہلے شعر میں) بناگوش کی نسبت یہ باندھا کہ اسی نے چپکے سے بادشاہ سے کہا تو بے تکلف ایک شاعر اس کو یوں بدل کر کہہ سکتا ہے،

ع زلف او خم شدہ در گوش سخن می گوید،

شعر کے سینکڑوں انواع ہیں، لیکن بڑی قسمیں یہ ہیں، رزمیہ، عشقیہ، فلسفیانہ، اخلاقی،

جذبات انسانی کا اظہار، اور مناظر کی تصویر، ان میں سے ہر نوع کو نظامی نے لیا ہے اور معراج ترقی تک پہنچایا ہے،

سکندر نامہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ سکندر کے حالات تین حیثیتیں رکھتے ہیں سلطنت، نبوت، فلسفہ وحکمت میں تین قسم کے حالات لکھوں گا اور تفصیل سے لکھوں گا،

گروہیش خوانند صاحب سریر | ولایت ستان بلکہ آفاق گیر،
گروہے زدیوان دستور او، | بہ حکمت نوشتند منشور او
گروہے زپاکی ودین پروری، | پذیرا شدندش بہ پیغمبری
من ازہر سہ دانہ، کہ دانا فشاند | درختے برومند خواہم نشاند

چنانچہ سکندر نامہ بری میں، کشورستانی، اور سکندر نامۂ بحری میں، پیغمبری واقعات اور فلسفیانہ بحثیں ہیں،

فارسی میں فلسفیانہ مسائل ناصر خسرو کے سوا کسی نے ادا نہیں کیے، لیکن ناصر خسرو نے تمام اصطلاحیں وہی عربی کی قائم رکھی ہیں، اس بنا پر عام خیال یہ ہے کہ فارسی میں فلسفیانہ خیالات ادا کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے، بوعلی سینا کی کتاب حکمت علائیہ سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے، لیکن انصاف یہ ہے کہ نظامی نے فلسفیانہ مسائل اس حد تک لکھ دیئے ہیں کہ زبان کی کم مایگی کی شکایت نہیں ہوسکتی، اور اگر متاخرین بھی اس کے نقش قدم پر چلتے تو فارسی زبان ایک فلسفیانہ زبان بن گئی ہوتی،

سکندر نامہ بحری میں انہوں نے ایک خاص داستان سکندر اور حکمای یونان کی فلسفیانہ بحثوں کے متعلق لکھی ہے اس میں ارسطو، افلاطون، والیس، بابنیاس، سقراط، فرفوریوس (پارفیریس) ہرمس کے، اقوال اور رائیں لکھی ہیں، ہندوستان کے ایک حکیم نے سکندر سے سوالات کیے تھے، سکندر کی زبان سے اُن کے جوابات لکھے ہیں، ان تمام بحثوں میں فلسفہ کی اصطلاحیں، فارسی میں ادا کی ہیں، عربی الفاظ جا بجا آتے ہیں لیکن اس حد تک کہ زبان نامانوس، اور دسا تیر و ژند نہ بنجائے،

ایک ہندو حکیم نے سکندر سے سوال کیا تھا کہ نظر بد کیا چیز ہے؟ آسمان کہاں سے؟ شرر،

پیدا ہوتی ہے؟ عام قاعدہ یہ ہے کہ کسی چیز کو پسند کیا جائے تو اُس کی ترقی کا سبب ہوتا ہے بخلاف اس کے بدنظر جس چیز کو پسند کرتا ہے، اُسی کو نظر لگتی ہے، سکندرؔ نے جواب دیا کہ انسان جب کسی چیز کو دیکھتا ہے تو آنکھہ سے شعاعین نکل کر اُس چیز پر پڑتی ہیں، شعاع ہوا سے گذر کر اُس چیز تک پہنچتی ہے، اب ہوا میں اگر سمیت ہے تو یہ شعاعین بھی اُس سے آلودہ ہوکر زہریلی ہو جاتی ہیں، اور اُس چیز کو جا کر نقصان پہنچاتی ہیں،

اس سے قطع نظر کرکے کہ سوال و جواب، دونون طفلانہ ہیں، دیکھو کہ نظامیؔ ان باتون کو کن الفاظ میں ادا کرتے ہیں

دگر بارہ بندہ ور آمد بہ گفت　　گہر کرد بانوک الماس جفت
کہ بر چشم بد، شاہا ہیئے وہ مرا،　　ز چشم بد، آگاہیئے وہ مرا
چہ نیرداست درجنبش چشم بد　　کہ نیکوی خود را کند چشم زد،
ہمہ چیز را کاز مائش رسید　　چو دیدہ پسندد، فرائش رسید
جز او را کہ ہرچہ پسند آورد،　　سر و گردنش زیر بند آورد،
بہر حرفتے چون کہ دیدیم ژرف،　　درستی ندیدیم در ہیچ حرف،
ہمین یک کماندار شد از نخست،　　بر آماج گہ تیر او شد درست،
بگوتا چہ نیرو ست، نیرو ے او

جہاندار گفتہ کہ طالع مشناس،　　چنین آرد از روی معنی قیاس
کہ بر ہر چہ گردو نظر جا نگیر،　　گزر بر ہوائے کند ناگزیر،
بر آن چیز کار و نظر تاختن　　کند با ہوا رای دم ساختن
ہنہ چون درآرد بہ آن رخنہ گاہ　　ہوا ہم باید بر آن رخنہ راہ ،،
ہوا گر ہوائے بود سود مند　　در ارکان آن چیز ناید گزند، ،
مزاج او اگر بود زہرناک ،،　　بہ بند از د آن چیز را در مغاک
ہوائے بد ست آن کہ در چشم زد　　بد او بہ ہمراہیئے چشم بد ،،

موجودات کی ابتدا، اور اُن کی ترتیب، افلاک، عناصر، سلسلۂ علل ان تمام بحثونکے

متعلق، یونانی حکمار کی رائیں نقل کی ہیں، اور ان تمام مباحث میں بہت کم عربی کے الفاظ کو دخل دیا ہے،

**اخلاقی شاعری** نظامی کی شاعری کا بڑا حصہ اخلاق کے متعلق ہے، مخزن اسرار کے سوا جو خاص اسی مضمون پر لکھی ہے، اور مثنویوں میں بھی جا بجا اخلاقی ہدایتیں موقع بموقع لکھی ہیں، چنانچہ کسی صاحب ذوق نے، خاص اس قسم کے اشعار کو ان کے پنج گنج سے چن کر یکجا جمع کر دیا ہے اور اخلاق کے ۲۵ عنوان قرار دے کر ایک ایک عنوان کے نیچے تمام مثنویوں کے وہ اشعار نقل کر دیئے ہیں، جو اس عنوان سے تعلق رکھتے تھے، میں نے اس مجموعہ کا ایک نہایت خوشخط نسخہ، عالمگیری کتب خانے کا حیدر آباد میں دیکھا تھا،

**جذبات انسانی** شاعری کی اس اہم اور لطیف نوع کو نظامی نے جس رتبہ پر پہنچایا قدما میں فردوسی کے سوا، اس کی نظیر نہیں مل سکتی، اور انصاف یہ ہے کہ فردوسی بھی اس خصوصیت میں انکی ہمسری نہیں کر سکتا، فردوسی نے جہاں جذبات کا اظہار کیا ہے معمولی اور سادہ حالت کو ادا کیا ہے، بخلاف اس کے نظامی نہایت نازک، لطیف، اور دقیق پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہیں، مثلاً دارا جب زخمی ہو کر گرا ہے تو سکندر اس کے پاس گیا ہے اور دارا نے اس سے حسرت ناک باتیں کہیں ہیں، فردوسی نے اس موقع پر وہی معمولی افسوس و عبرت کے کلمات ادا کر دیئے ہیں، جو ہر شخص کے خیال میں آ سکتے ہیں، لیکن نظامی کی نظر ان نازک اور دقیق نکتوں تک پہنچی ہے، جہاں ہر شخص کا وہم نہیں پہنچ سکتا، دارا کوئی معمولی آدمی نہ تھا بلکہ دنیا کے وسیع خطہ کا شاہ اور شاہنشاہ تھا، شکست کھانے اور خود اپنے نوکروں کے ہاتھ سے زخمی ہو کر مرنیکا اسکو صدمہ ہے اور اس وجہ سے افسوس، حسرت اور بیکسی کے خیالات اس کے دل میں ہجوم کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی شاہنشاہانہ ادعا غرور اور نکبت کا نشہ بھی سر میں ہے، اس لئے اس کے غمزدہ اور عاجزانہ الفاظ بھی صولت اور رعب کے لہجہ میں ادا ہوئے ہیں اس کی آہیں بھی نعرہ جنگ ہیں اس کی پر حسرت نگاہیں بھی برق غضب ہیں، نظامی اُن تمام خصوصیات کو دکھاتے ہیں،

| | |
|---|---|
| چو در موکب قلب دارا رسید | ز موکب روان ہیچ کس را ندید |
| تن مرزبان دید در خاک و خون، | کلاہ کیانی شدہ سر نگون ؛ ، |
| بیازوئے بہمن برآسودہ مار، | زر دیں دژا فتادہ اسفندیار |

بہار فریدون و گلزار جم ، زباد خزان گشتہ تاراج غم ،
بشب نامۂ دولت کیقباد ، ورق بر ورق ہر سوئے بردہ باد ،
سکندر فرود آمد از پشت بور ، درآمد بہ بالین آن پیل زور ،
بہ بالین گہ خستہ آمد فراز ، ز درع کیانی گرہ کرد باز ،،
سر خستہ را بر سر ران نہاد ، شب تیرہ بر روز رخشان نہاد
چو دارا بر ویش نگہ کرد و دید ، بہ سوز جگر آہ از دل کشید ،،
چنین داد دارا بہ خسرو جواب ، کہ بگذار تا سر نہم من بہ خواب
رہا کن کہ در من رہائی نماند ، چراغ مرا روشنائی نماند ،
سپہرم بدان گونہ پہلو درید ، کہ شد در جگر پہلوم ناپدید ،،
رہا کن کہ خواب خوشم مے برد ، زمین آب و چرخ آتشم مے برد ،
سر سروران را رہا کن ز دست ، تو مشکن کہ ما را جہان خود شکست
چو من زین ولایت کشادم کمر ، تو خواہ افسر از من ستان خواہ سر
اگر تاج خواہی ربود از سرم ، یکے لحظہ بگذار تا بگذرم ،،،
مبین سرور ادر سرافگندگی ، چنان شاہ را در چنین بندگی
درین بندم از زحمت آزاد کن ، بہ آمرزش ایزدی یاد کن ،،
چو گشت آفتاب مرا روی زرد ، نقابے بمن در کش از لاجورد ،
مگردان سر خفتہ را از سریر ، کہ گردون گردان بر آرد نفیر ،
نوائے پہلوان کامدے سوئے من ، نگہدار پہلو ز پہلوئے من
کہ با آن کہ پہلو دریدم چو میخ ، ہمے آید از پہلوم بوئے تیغ
چہ دستے کہ با ما درازی کنی ، بہ تاج کیان دست بازی کنی
نگہدار دستت کہ دار است این ، نہ پنہان چو روز آشکار است این
زمین را منم تاج تارک نشین ، مجنبان مرا تا نجنبد زمین ،

اس واقعہ کو بعینہٖ فردوسی نے بھی لکھا ہے، لیکن زور اور اثر نہیں، چنانچہ اس موقع کے

اشعار ہم درج کرتے ہیں،

برآنم کہ از پاک دادار خویش
بیہ یابی تو پاداش گفتار خویش

یکے آن کہ گفتی کہ ایران تراست
سر تاج و تخت دلیران تراست،

بمن مرگ نزدیک تر زانکہ تخت
بپرداختن تخت از نگون گشتہ بخت

بدین است فرجام چرخ بلند
خرامش ہمہ رنج و سردش گزند

بمردی نگر تا نگوئی کہ من ، ،
فزونم از این نامدار انجمن،

بد و نیک، ہر روز یزدان شناس
وزو دار تا زندہ باشی سپاس

نمود ار گفتار من، من بسم
بر این داستان عبرت ہر کسم

کہ چندان بزرگی و شاہی و گنج
مرا بود و از من جدا کس برنج

ہمان نیز چندان سلیح و سپاہ
گران مایہ اسپان و تخت و کلاہ،

ہمان نیز فرزند و پیوستگان،
چو پیوستگان دریغ دلخستگان

زمین و زمان بندہ بد پیش من
چنین بود تا تخت بد خویش من

چو از من ہمان بخت بیگانہ شد
ہمہ کاخ و ایوان چو ویرانہ شد

زنیکی جدا ماندہ ام زین نشان
گرفتار در دست مردم کشان

ز فرزند و خویشان شدہ ناامید
سیہ شد جہان، دیدگانم سفید

ز خویشان کسے نیست فریاد رس
امیدم بپروردگار است و بس

بدین گونہ خستہ بخاک اندرم،،
زگیتی بدام ہلاک اندرم

بدین است، آئین چرخ روان
اگر شہریاری اگر پہلوان

بزرگی بفرجام ہم بگزرد،
شکار است و مرگش ہمی بشکرد،

سکندر رز دیدہ ببارید خون
بران شاہ خستہ بخاک اندرون

چو دارا بدید از دل درد اوی،
سرشک روان بر رخ زرد اوی

بدو گفت مگری کز سود نیست
ز آتش مرا بہرہ جز دود نیست،

مناظر | مناظر قدرت کو جابجا لکھا ہے اور جہاں لکھا ہے بجیر کی تصویر کھینچ دی ہے، ؛

مناظرِ قدرت میں باغ و بہار ایک عام موضوع ہے جسپر تمام شعرا نے طبع آزمائیاں کی ہیں، اور دادِ سخن دی ہے، لیکن نظامی یہاں بھی سب سے علیحدہ اور سب سے ممتاز ہیں، تمام شعرا نے صرف بہار کا سماں دکھانے پر اکتفا کیا، لیکن نظامی نے اس کے ساتھ یہ بھی دکھایا ہے کہ بہار میں ایک رنگین مزاج پر کسطرح نشہ سا چھا جاتا ہے وہ باغ میں جاتا ہے، پھولوں سے کھیلتا ہے گلدستہ بنا کر دریا پر اچھالتا ہے، نہر کے کنارے بیٹھ جاتا ہے اور شگوفے توڑ توڑ کر نہر میں بہاتا ہے حوض کے پاس چنبیلی کے پھولوں کا بچھونا بچھاتا ہے، بغل میں معشوق ہے اُسکی گلوں کے حلقے اپنی گردن میں ڈالتا ہے اور دنیا سے آزاد ہوجاتا ہے، مرغانِ چمن سے فرمائش کرتا ہے کہ ہاں پھر اسی انداز سے اُڑنا ساتھ ہی ساز بھی چھیڑا جاتا ہے اور قابو سے باہر ہوا جاتا ہے،

| | |
|---|---|
| بیا باغبان خُرمی ساز کن ، ، | گل آمد در باغ را باز کن ، ، |
| نظامی به باغ آمد از شهر بند | بیارای بستان به چینی پرند ، |
| زجعد بنفشه برانگیز تاب ، ، | سر نرگس مست برکش ز خواب |
| ز سیمائے سبزه فرد شوی گرد | که روشن به شستن شود لاجورد |
| درختان شگفتند در طرف باغ | برافروخته هر گلے چون چراغ |
| به مرغ زبان بسته آواز ده | که پرواز پارینه را ساز ده ، |
| سرا بنده کن ناله چنگ را ، | برآورد به رقص این دل تنگ را |
| سر زلف معشوق را طوق ساز | برافگن ز گردن خود این طوق باز |
| ریاحین سیراب را دسته بند | برافشان به بالائے سرد بلند |
| ازان سیمگون سکهٔ نوبهار | درم ریز کن بر لب جویبار ، |
| به پیراهن برگهٔ اب گیر ، ، | ز سوسن در افگن بساط حریر |

عشقیه | ایران کی شاعری کا اصل مایۂ ناز عشقیہ شاعری ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ عشق و عاشقی کے معاملات اور راز و نیاز جس رنگینی اور دلفریبی سے ایرانی شاعری نے ادا کئے، دُنیا کی اور کوئی زبان اِس انداز سے ادا نہیں کر سکتی، اس قسم کی شاعری کیلئے غزل مخصوص کردی گئی ہے، اور اس کے موجد شیخ سعدی خیال کئے جاتے ہیں، نام کے لئے غزل کی بنیاد،

سلہ یہ نکتہ بھی لحاظ رکھنا چاہیئے کہ نظامی نے ان باتوں کو بجائے خبر کے انشاء کے پیرایہ میں ادا کیا ہے اور یہ زیادہ بلیغ ہے،

ان سے بہت پہلے پڑھ چکی تھی، لیکن انصاف یہ ہے کہ وہ قدمار کے بوڑھے غمزے ہیں،
بے شبہ غزل کے موجد سعدی ہیں، لیکن غزل کی اصلی روح یعنی عشقیہ شاعری کی ایجاد نظامی،
کا خاص کارنامہ ہے، عشقیہ مثنویان، نظامی سے پہلے ہی لکھی گئیں جن میں سے فردوسی کی یوسف زلیخا
آج بھی موجود ہے، لیکن مثنویان وہی قدمار کی غزلین ہیں، نظامی نے عشقیہ شاعری کی جس طرح
بنیاد ڈالی اور اُس کو ترقی دی اُس کی تفصیل حسب ذیل ہے،

(۱) عشق و عاشقی کے خیالات کے ادا کرنے کے لئے ایک خاص زبان درکار ہے جس کے الفاظ،
نازک، لطیف اور شیرین ہوں، خاص قسم کے استعارات اور تشبیہیں ہوں، ادامیں دلآویزی اور
دلفریبی ہو، یہ زبان خاص نظامی نے پیدا کی ہے، قدمار کی عشقیہ مثنویوں کا نظامی سے مقابلہ
کرو تو یہ فرق صاف نظر آتا ہے،

غزل کے مہمات مضامین یہ ہیں معشوق کے حسن کی تعریف، اور ناز غمزہ کے کرشمے، الگ
الگ اعضا کا بیان، اور اُن کی تشبیہات عاشق و معشوق کے معاملات یعنی راز و نیاز، اصرار و
انکار، سوال و جواب، عجز و غرور، وغیرہ ان تمام مضامین کو نظامی نے اس وسعت، تنوع،
رنگینی، اور لطافت سے ادا کیا ہے کہ اُن کا ہر ہر شعر سینکڑوں غزلوں کا سرمایہ ہے، چند مثالین ذیل میں
درج ہیں،

شیرین کا غسل کرنا،

| | |
|---|---|
| چو قصد چشمہ کرد آن چشمۂ نور | فلک را آب در چشم آمد از دور |
| پرند آسمان گون بر میان زد | بشد در آب و آتش در جہان زد |
| تن صافش کہ می غلطید در آب | چو غلطد قاقمے بر روی سنجاب |
| چو بر فرق، آب مے انداخت از دست | فلک بر ماہ، مروارید می بست، |
| زہر سو شاخ گیسو، شانہ می کرد | بنفشہ بر سر گل، دانہ می کرد |
| در آب انداختہ از گیسوان شست | نہ ماہی بلکہ ماہ آوردہ در دست |

شیرین آراستہ ہو کر خسرو کے سامنے آتی ہے،

| | |
|---|---|
| پس آنگہ ماہ را پیرایہ بربست | نقاب آفتاب از سایہ بر بست |

فرد پوشید گلنارے پرندے　　برد ہر شاخ گیسو چون کمندے

سر آغوشے بر آمودہ بگوہر　　برسم چینیان افگندہ بر سر

بدین طاؤس (دوپٹہ) کردارے ہمائے　　روان شد چون تذروے در ہوائے

ایک موقع پر جب خسرو نے شیرین سے زیادہ اختلاط کرنا چاہا ہے تو وہ برہم ہو کر اُٹھی ہے اس حالت میں اُس کا تن کر کھڑا ہونا، پیشانی کا غصے سے سمٹنا، چہرہ کا کھلجانا، بدن ڈھکنے میں حسن کا اور بالون کو کبھی سمیٹنا اور کبھی چھوڑ دینا ان تمام اداؤں کو کس خوبی سے ادا کیا ہے،

بگفت این و چو سرو از جای برخاست　　جبین را گرد کرد و فرق را راست
یہ کہکر سرو کی طرح اُٹھ کھڑی ہوئی ، ،　　پیشانی سمٹ گئی اور قد تن گیا

بہ آن آیین کہ خوبان را بود دست　　زنخدان می کشاد و زلف می بست
اس خاص انداز سے جسمیں معشوقوں کو کمال ہوتا ہی　　چہرہ کھولنے اور بال سمیٹنے لگی

جمال خویش را در خز و خارا　　بہ پوشیدن ہمے کرد آشکارا
اپنے حسن کو حریر اور کمخواب میں جس قدر　　چھپاتی تھی اُسی قدر اور کھلتا تھا

گہے بر فرق تند آشفتہ می بود　　گرہ می بست و بر مہ مشک می سود
کبھی زلفون پر جھبلاتی تھی، اس میں　　گھونگر بناتی تھی اور چاند پر مشک ملتی تھی

بہ زیور راست کردن دیر می شد　　کہ پایش سر شمشیر می شد،
زیور کے سنبھالنے میں دیر ہوتی جاتی تھی　　کیونکہ جلدی کی وجہ سے اُسکا قدم تلوار پر تھا

ز گیسو گہ کمر سے کرد گہ تاج　　بدان تاج و کمر شہ گشتہ محتاج
زلفون کو کبھی کمر سے لپیٹتی تھی اور کبھی سر پر جوڑا باندھتی تھی　　جو کمربند اور تاج بنجاتی تھی اُس کمربند اور تاج کا خود خسرو بھی محتاج تھا

ایک موقع پر شیرین جب روکر اُٹھی تو اس ادا سے اُٹھی جسمیں لگاوٹ بھی پائی جاتی تھی، اس کی تصویر اس طرح کھینچی ہے

بہ چشمے ناز بے اندازہ می کرد،　　بہ دیگر چشم عذرے تازہ میکرد
چو سر پیچید گیسو مجلس آراست　　چو رخ گردید، گردن عذرہا خواست
نمود اندر ہزیمت، شاہ را پشت　　بہ گوگرد سفید آتش ہمی کشت

غلط گفتم نمودش تختۂ عاج — کہ شہ را نیز باید تخت با تاج

حسابے دیگر آن بودش دران کوے — کہ پشتم نیز محرابے است چون روے

دگر وجہ آنکہ گر وجہے شد از دست — ازان روشن ترم وجہے دگر ہست

چہ خوش نازیست نازے خوبرویان — زدیدہ راندہ را، وزدیدہ جویان

بہ چشمے خیرگی کردن کہ برخیز — بہ دیگر چشم دل دادن کہ مگریز

مُنہ پھیر کر بھاگنے کی توجیہیں کسقدر شاعرانہ ہیں، یعنی اُس کو یہ دکھانا تھا۔ کہ جس طرح میرا چہرہ محرابی اور روشن ہے اُسی طرح پیٹھ بھی محرابی اور بلوری ہے،

غزلیہ شاعری کا ایک بڑا میدان معشوق کا ناز و غرور ہے نظامی نے داستان کی داستان اس مضمون پر لکھی ہے جس کا ہر شعر غزل کا کام دے سکتا ہے،

خسرو نے شیرین کو شاہی اقتدار کا زور دکھانا چاہا ہے تو وہ کہتی ہے،

ہنوزت در سر از شاہی غرور است — دریغا کین غرور از عشق دور است

ابھی تک تیرے سر میں سلطنت کا غرور ہے — لیکن افسوس، عشق کو غرور سے کیا نسبت!!

درین گرمی کہ آہ سرد باید، — دل آسان است با دل درد باید

اس گرمجوشی میں کہ آہ کی سرد کی ضرورت ہے — دل آسان ہے لیکن دلمیں درد مشکل ہے

ہنوزم ہندوان آتش پرستند — ہنوزم چشم چون ترکان مستند

ابھی تک ہندو مجھکو پوجتے ہیں ، ، ، — ابھی تک میری آنکھیں ترک ہیں ،

ہنوزم لب پُر آب زندگانی است — ہنوزم آب در جوی جوانی است

ابھی تک میرے ہونٹوں میں آب حیات ہے — ابھی تک، میرے چشمہ میں آب شباب ہے

بہ غمزہ گرچہ ترکی دلستانم . . — بہ بوسہ دل نوازی نیز دانم

اگرچہ غمزہ کے لحاظ سے میں ترک ہوں۔ — لیکن بوسہ سے دلداری بھی کرسکتی ہوں

برو تا بر نگشانم بخون دست — کہ در گردن چنین خونم بسے ہست

ہٹ جا!! ایسا نہو کہ میں تیرے اوپر ہاتھ ڈالدوں — ایسے اور بہت سے خون میری گردن پر ہیں

خسرو نے جب شاپور کے ہاتھ شیرین کو بُلا بھیجا ہے تو وہ یہ کہتی ہے،

اگر خسرو نہ کیخسرو بود شاہ ـــ بنا ید کردنش سرپنجہ باماہ
بگویم غمزہ را تا وقت شبگیر ـــ سمندش را بہ رقص آرد بیک تیر
فرستم زلف را تا یک فن آرد، ـــ شکیبش را رسن در گردن آرد،
میں زلف کو بھیجدونگی کہ چالاکی سے خسرو کے صبر کو گرفتار کرکے لائے ۔ ، ،
مزاحی کردم و او خواست پنداشت ـــ دروغے گفتم و او راست پنداشت
میں نے تو دل لگی کی تھی تو وہ تقاضا سمجھے ـــ میں نے جھوٹ کہدیا تھا وہ سچ سمجھ گئے

خسرو ایک مرتبہ چند ندیموں کے ساتھ مستی کی حالت میں شیرین کے مکان پر گیا شیرین نے اس کی یہ حالت دیکھ کر کوٹھے سے اترنا مناسب نہ سمجھا، خواصوں کو بھیجا کہ شہ نشین میں فرش کرکے وہیں خسرو کو بٹھائیں، خسرو کوٹھے پر جانا چاہتا ہے شیرین منظور نہیں کرتی، اس موقع کا سماں اور سوال و جواب کا انداز دیکھو،

رقیبے را بہ نزد خویشتن خواند، ـــ کہ ما را نازنین بر در چرا ماند، ،
ایک خواص کو اپنے پاس بلایا اور کہا ـــ کہ مجھکو نازنین نے باہر کیوں بٹھایا
درون شو، گو نہ شاہنشہ غلامی ـــ فرستاد است نزدیکت پیامی،
اندر جاکر کہو کہ ایک شاہنشاہ نے نہیں، بلکہ ـــ ایک غلام نے پیغام بھیجا ہے
کہ مہمانے بہ خدمت مے گراید ـــ چہ فرمائی ؟ درآید یا نیاید
کہ ایک مہمان خدمت کے لئے آیا ہے ـــ کیا ارشاد ہے ؟ اندر آئے یا نہ آئے
برین زاری پیام شاہ می گفت ـــ شکر لب می شنید و آہ می گفت
بادشاہ کا عاجزانہ پیغام شیرین سنتی تھی، اور افسوس کرتی تھی ، ، ، ،
کنیزے بکاروان را گفت آن ماہ ـــ بخدمت خیز و بیرون شو سوی شاہ
ایک ہوشیار کنیز سے شیرین نے کہا کہ ـــ بادشاہ کے پاس جا
فلان شش طاق دیبا را برون بر ـــ بزن با طاق این ایوان برابر
مخمل کے تھان لے جاکر ـــ شہ نشین میں بچھا دے
بنہ بر پیشگاہ وشقہ بربند ـــ پس آنگہ شاہ را گو کاے خداوند
اور ہر دے باندھ کر ـــ بادشاہ سے کہہ

| | |
|---|---|
| نہ تُرک این سراہندوی این بام | شہنشہ را چنین داد ست پیغام |
| اس گھری تُرک (یعنی معشوق) نے نہیں بلکہ | بندو (غلام) نے حضور کو یہ پیغام دیا ہے |

اس کے بعد، خسرو اور شیرین سے دو بدو گفتگو ہوئی ہے، خسرو کہتا ہے کہ تم نے دروازہ کیوں بند کر دیا، شیرین جواب دیتی ہے،

| | |
|---|---|
| حدیث آن کہ در بستم روا بود | کہ سرمست آمدن پیشم خطا بود |
| چو من خلوت نشین باشم تو مخمور | ز تہمت رائے مردم کے بود دور |
| تو می خواہی مگر کز راہ دستان | بہ نقلانم خوری چون نقل مستان |
| بدست آری مرا چون غافلان مست | چو گل بوی کنی و اندازی از دست |
| رہا کن نام شیرین از لب خویش | کہ شیرینی دہانت را کند ریش |
| تو در عشق من از مالی و جاہے | چہ دیدی جز خدا وندی و شاہے |
| تو ساغر می زدی با دوستان شاد | قلم شاپوری زد تیشہ فرہاد، |

اس کے مقابلہ میں رندانہ شوخیان دیکھو شیرین جب کسی طرح راضی نہیں ہوتی تو خسرو اس سے کہتا ہے

| | |
|---|---|
| بہ گستاخی در آمد کے دلارام | گرفتہ چند خواہی بد بیدارام |
| خسرو نے گستاخانہ کہا کہ اے معشوق | یہ برہمی کب تک، ذرا نرم ہو، |
| چو می خوردی و می دادی بمن یار | چرا باید کہ من مستم تو ہشیار |

تم نے شراب پی، اور مجھکو بھی پلائی لیکن یہ خلاف انصاف ہے کہ میں مست ہو جاؤں اور تم ہوش میں رہو،

| | |
|---|---|
| شمار بوسہ خواہد بود کارم،، | تو می دہ بوسہ تا من می شمارم |
| میرا کام صرف بوسہ کا گننا ہوگا | تم بوسہ دیتی جاؤ میں گنتا جاؤں گا |

یعنے یہ کام تمہارا ہی ہے لیکن میں اس کو تمہاری خاطر سے انجام دیدوں گا،

سکندر نے جب کنیزک چینی سے اختلاط کرنا چاہا ہے تو وہ غرور کے لہجہ میں اپنے اوصاف بیان کرتی ہے، بادشاہ اور کنیز کا کوئی مقابلہ نہیں، لیکن اس موقع پر نظامی نے جدت آفرینی سے سکندر کا ایک ایک وصف بیان کرکے، اس کے مقابلہ میں اس کی ترجیح کی وجہیں

کنیز کی زبان سے ادا کی ہیں،

ملک گر ز جمشید بالا تر است ، رُخ من ز خورشید زیبا تر است

شہ ار کیقباد و بلند افسر است مرا افسر از مشک و از عنبر است

شہ ار چون سلیمان شود دیو بند مرا در جہان ہست دیوانہ چند

شہ ار زانکہ عالم گرفت ای شگفت من آن را گرفتم کہ عالم گرفت،

اگر چہ کمند جہانگیر شاہ فتادہ است در گردن مہر و ماہ

کمندے من از زلف بر ساز مش نہ ترسم بہ گردن در انداز مش

گر او را کمندے بود ماہ گیر، مرا ہم کمندے بود شاہ گیر

گر او ناوک انداز د، بزور دست مرا غمزۂ ناوک انداز ہست،

سکندر بہ حیوان خطائی رود من اینجا سکندر کجا می رود

اگر راہ ظلمات نی بایدش سر زلف من راہ بنمایدش

لب من کہ یاقوت رخشان در دست بسے چشمۂ آب حیوان در داست

رزمیہ | شاہ نامہ کو سو برس سے اوپر ہو چکے تھے، اس عرصہ میں زبان میں، بڑا انقلاب، ہو گیا تہا۔ سینکڑوں الفاظ بالکل تروک ہو گئے تھے، اکثر الفاظ، حروف زائد گرا کر خوبصورت قالب میں ڈھل چکے تھے، عربی کے نئے نئے مانوس الفاظ داخل ہوتے جاتے تھے، زبان کے انقلاب کے ساتھ مضامین کی طرز ادا کی روش بہی بدل گئی تھی، استعارات اور تشبیہات میں لطافت و نزاکت آگئی تھی طبیعتیں مضمون آفرینی کی طرف مائل ہوتی جاتی تھیں ان باتوں نے شاہنامہ کی عالمگیر آواز دہیمی پڑنے لگی تھی، قصے زبانوں پر رہ گئے تھے لیکن اشعار بھولتے جاتے تھے اس بنا پر قوم کے شجاعانہ جذبات کے زندہ رکہنے کے لیئے ایک دوسرے شاہنامہ کی ضرورت تہی جو سکندر نامہ کے قالب میں نمودار ہوا،

سکندر نامہ کے ہیرو کے انتخاب میں غلطی ہوئی لیکن مجبوری تہی، قومی تاریخ فردوسی کے حصہ میں آچکی تہی، رسول اللہ کے غزوات اور خلفاء کے معرکوں میں شاعری کی گنجائش کم تہی کیونکہ اصلیت سے بال برابر بہی ہٹتے تو مذہبی عدالت میں مجرم قرار پاتے،

اور شاعری کے لئے کچھ نہ کچھ آب و رنگ چڑھانا ضرور تھا خود کہتے ہیں،

چو نظم گزارش بود راہ گیر ۔۔۔ غلط کردن رہ بود ناگزیر ،،
مرا کار با نغز گفتاریست، ۔۔۔ ہمہ کار من خود غلط کاریست
وگر بے شگفتے، گزاری سخن ،، ۔۔۔ ندارد نوی، نامہ ہائے کہن

اب اس کے سوا چارہ نہ تھا، کہ کسی مشہور کشورستان کی داستان اختیار کی جائے اس حیثیت سے سکندر کا کوئی ہمسر نہ تھا، ایشیا اور یورپ دونوں اس کو مانتے تھے البتہ اتنی ہوئی سے کہ نظامی نے مذہب ملا دیا، یعنی ذوالقرنین کو سکندر بنا دیا جو صریح قرآن مجید کے خلاف ہے سکندر نامہ میں اگرچہ شاعری کے محاسن بہت زیادہ ہیں، باایں ہمہ شاہنامہ کے برابر مقبول نہ ہو سکا، اس کے خاص اسباب ہیں،

۱۔ سکندر نامہ میں اکثر جگہ تعقید ہے، جو بات کہنا چاہتے ہیں اس طرح صاف صاف نہیں کہہ سکتے کہ زبان سے نکلنے کے ساتھ دل میں اتر جائے، یہی وجہ ہے کہ کثرت سے شرحیں اور حاشیہ لکھے گئے، اسپر بھی بہت سے مقالات لاینحل رہ گئے اور اکثر جگہ زبردستی مطلب پہنانا پڑا

۲۔ کتاب کا ہیرو ایک غیر شخص یعنی سکندر، اس لئے ایرانیوں کو اس کے واقعات سے ایسی دلچسپی اور محبت نہیں ہو سکتی تھی جو خود اپنی قوم سے ہو سکتی تھی، شاہنامہ کے مقبول ہونیکا بڑا اگر یہ تھا کہ خود اپنی قوم کی داستان تھی۔

۳۔ تمام کتاب میں صرف ایک شخص کی داستان ہے، پڑھنے والا اکتا اکتا جاتا ہے بخلاف اس کے شاہنامہ میں سینکڑوں اشخاص کے واقعات اور گوناگون حالات ہیں ایک غذا سے جی گھبرائے تو اور طرح طرح کے الوان نعمت موجود ہیں،

۴۔ تمام کتاب میں کوئی دردانگیز اور عبرت خیز واقعہ نہیں ہے، بخلاف اس کے شاہنامہ میں رستم و سہراب، منیژہ و بیژن، جمشید و ضحاک، کی داستانیں نہایت پُراثر اور حسرت آمیز ہیں باوجود ان تمام باتوں کے سکندر نامہ نے جو قبولیت حاصل کی، تعجب انگیز ہے شاہنامہ کے سو ڈیڑھ سو ہی برس بعد سکندر نامہ لکھا گیا اور شہرت عام پا گیا، سکندر نامہ کو آج چھ سو برس کا زمانہ گزر چکا، اس مدت میں اس طرز پر سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں، لیکن ان کا نام بھی،

کوئی نہیں جانتا، سکندرنامہ جامی آیئنہ اسکندری، ہمای ہمایوں، اکبرنامہ سلیمان نامہ[۱] ان کا نام کس نے سنا ہے ؟

رزمیہ نظم کا یہ اصول ہے، کہ پہلے حربی باجوں کے بجنے دارو گیر، ہنگامہ، شور وغل اور عام ہل چل کا نقشہ کھینچا جائے، پھر فوجوں کی حملہ آوری، زور و شور، جوش و خروش کا ذکر کیا جائے۔ پھر آلات جنگ یعنی تیر و کمان، تیغ و سنان، نیزہ و خنجر کی کارستانیاں دکھائی جائیں پھر ایک ایک پہلوان کا معرکہ میں آنا، رجز پڑھنا، مبارز طلب ہونا، حریف سے لڑنا، داؤں پیچ کرنا، مرنا یا مارنا، ان باتوں کا ذکر کیا جائے، اور اس طرح بیان کیا جائے کہ میدان جنگ کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے، سکندرنامہ میں یہ سب باتیں ہیں اور کمال کے درجہ پر ہیں

حربی باجوں کا ذکر،

در آمد بہ غریدن آواز کوس ۔۔۔ فلک بر دہان دہل داد بوس

زغریدن کوس خالی دماغ ۔۔۔ زمین لرزہ افتاد در کوہ و راغ

چنان آمد از نائے ترکی خروش ۔۔۔ کہ از نائے ترکان برآورد جوش

برآوردہ خرمہرہ آوازِ شیر ۔۔۔ دماغ از دم گاؤ (گاؤ، ترنا) دم گشت سیر

طراقے کہ از مقرعہ (نانوس) خواستہ ۔۔۔ بروں رفتہ زین طاق آراستہ

زہیم چقاچق (ترناقے کی آواز، تازیانہ) کہ آمد زتیر، ۔۔۔ کفن گشت در زیر جوشن حریر

روارو برآمد ز راہ نبرد ۔۔۔ ہزاہز در آمد بہ مردان نبرد

بجنبش در آمد دو دریائے خون ۔۔۔ شد از موج آتش، زمین لالہ گون

زمین گفتی از یک دگر بردرید ۔۔۔ سرافیل صور قیامت دمید

یکے گفت ہوی دگر گفت ہان ۔۔۔ برآورد سر ہای و ہوی از جہان

جگر تاب شد نعرہ ہائے بلند ۔۔۔ گلوگیر شد حلقہائے کمند

سپاہ از دو جانب صف آراستہ ۔۔۔ زمین آسمان وار برخاستہ

زسم ستوران دران پہن دشت ۔۔۔ زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

---

[۱] بر خسب مثنویاں سکندرنامہ کی طرز پر اور اُس کے جواب میں لکھی گئی ہے،

فرو رفت و بر رفت روز نبرد
لم خون به ماهی و بر ماه گرد،

زبس گرد بر تارک و ترک و زین
زمین آسمان، آسمان شد زمین

چنان گرم گشت آتش کارزار
که از نعل اسپان برآمد شرار،

زبس خون که گرد آمد اندر مغاک
چو گوگرد سرخ آتشین گشت خاک

زغریدن ژنده پیلان مست،
گره در گلوی هژبران شکست

زمین کو بساطی بد آراسته
غباری شد از جائے برخاسته

ز پولاد پیکان پیکر شکن،
تن کوه لرزید بر خویشتن،

پدر با پسر کین برآراسته
محابا شده مهر برخاسته

ستون علم جامه در خون زده
نجات از جهان خیمه بیرون زده

ز شمشیر برگشته جائے نبود
که در غار او اژدهائے نبود

نهنگ خدنگ از کمین و کمان
بینا سود بر یک زمین یک زمان

کمند اژدهائے مسلسل شکنج
دهن باز کرده به تاراج گنج

زبس بر دهن تا به نخ انداختن،
نفس را نه راه بردن تاختن،

ز نیزه نیستان شدی اوی خاک
ز گوپالها کوه گشته مغاک

گرز

سنان در سنان سنه چون نوک خار
سپر بر سپر بسته چون لاله زار

نهنگان شمشیر جوشن گداز،
به گردن کشی گرده گردن فراز،

به ابرو در آمد کمان را شکنج
شتابان شده تیر چون مار گنج

ز روسی در آمد به ناوردگاه،
یکی شیر پرطاس[1] رویین کلاه

مبارز طلب کرد و جولان نمود
به نام آوری خویشتن را سرود

که پرطاسیان را درین خام چرم
به پرطاسی من شود پشت گرم

پلنگان درم بر سر کوهسار
نهنگان خورم بر لب جویبار

درشتم به چنگال و سختم به زور
به حمله درم پهلو نره گور،

---

[1] پرطاس ایک مقام کا نام ہے،

سنانم ز پہلو در آید بہ ناف ۔۔۔ دروغے نمی گویم اینک مصاف،
ہمہ خون خام است نوشید نم ۔۔۔ ہمہ چرم خام ست پوشیدنم
شہ گردنان شاہ گردون گرائے ۔۔۔ ز بر کار موکب تہی کرد جائے ،
زدہ برمبان (پہلوان) گوہر آگیں کمر ۔۔۔ در آورد پولاد ہندی بہ سر،
بہ تن بر یکے آسمان گون زرہ ۔۔۔ چو مرغول رنگی گرہ در گرہ ،،
بمانی یکے تیغ زہراب جوش ۔۔۔ حمائل فروہشتہ از طرف دوش
بہ کبک دری چون در آید عقاب ۔۔۔ چگونہ جہد بر زمین آفتاب
ازان تیز تر خسرو پیل تن ، ۔۔۔ بہ تندی در آمد بہ آن اہرمن
بزد بانگ بروی کہ اے زاغ پیر ۔۔۔ عقاب جوان ، آمد آرام گیر
نخستین نبردے کہ تدبیر کرد ۔۔۔ بر آن تیرہ دل بارش تیر کرد
جو وز جسم رانا مدار از تیر باک، ۔۔۔ زنندہ شد از تیر خود خشمناک
پیکے (بدذات) خشت پولاد الماس رنگ، ۔۔۔ بر آورد و زد بر دلاور، نہنگ،
ز سختی کہ تن را بہم در فشرد ۔۔۔ بر آن خارہ شد پولاد خرد
دگر خشتے انداخت زان تیز تر، ۔۔۔ بر آن کشتی (پتھر) ہم نہ شد کارگر
چو دانست کان دیو آہن سرشت ۔۔۔ نیندیشہ از حربۂ تیر و خشت
نہنگ جانسوز را بر کشید ،، ۔۔۔ سوئے اژدہائے دمندہ دوید
زدش بر کتف (تلوار) گاہ و بردش ز جائے ۔۔۔ چنان کان ستمگر در آمد ز جائے

لیکن انصاف یہ ہے کہ نظامی، فردوسی کی طرح ، خاص لڑائی کے داؤن پیچ اور فنون ، جنگ کی تصویر اچھی طرح نہیں کھینچ سکتے .

**نظامی اور فردوسی کا موازنہ** اگرچہ انصاف یہ ہے کہ نظامی فردوسی کے ہمپایہ نہیں ہیں . تھوڑا سا شیرین پانی لیکر ، بار بار چھانا جائے ، مقطر کیا جائے ، اور پھر کسی خوشرنگ خوشنما گلاس میں رکھا جائے تو اُس کی شیرینی ، خوشگواری ، صفائی اور خوشنمائی میں کیا شک ہے لیکن ایک صاف شیرین قدرتی چشمہ ، جو پہاڑ کے دامن سے نکل کر بہتا چلا جاتا ہے

اُس سے کیا نسبت، تاہم دونوں کا انداز کلام، دکھانے کے لیئے ہم چند مشترک عنوانوں کے اشعار نقل کرتے ہیں، اور اُنکا فرق دکھاتے ہیں،

سکندر کا قاصد بنکر نوشابہ کے دربار میں جانا، سکندر نامہ کی مشہور داستان ہے یہی، قصہ شاہنامہ میں بھی ہے، فرق یہ ہے کہ شاہنامہ میں نوشابہ کے بجائے قیدافہ کا نام ہے جو اندلس کا بادشاہ تھا، باقی حالات مشترک ہیں، یعنی بادشاہ نے سکندر پہچان لیا ہے اور اُس سے اُس کا اظہار کیا ہے، سکندر انکار کرتا ہے، بادشاہ اُس کی تصویر منگا کر سامنے رکھ دیتا ہے کہ اپنے چہرہ سے ملالو، سکندر سخت مضطر ہوتا ہے بادشاہ اُس کو تسلی دیتا ہے کہ یہ بھی آپ ہی کا گھر ہے،

## فردوسی

چو قیدافہ را دید بر تخت عاج
زیاقوت و پیروزہ بر سرش تاج
ز زربفت پوشیدہ چینی قبائے
فراں پرستندہ پیشش بہ پائے
رخ شاہ تابان بہ کردار ہور
نشستنگہش را ستون ہا بلور
پرستندہ با طوق و با گوشوار
بہ پا اندران گلشن زرنگار
فرادان نہان نام یزدان بخواند
نشستنگہے دید، قیصر کہ نیز
نیامد ور ا روم و ایران بچیز
پدر مہتر اندر زمین داد بوس.
چنان چون بود، مردم چاپلوس
در او دید قیدافہ بشناختش،

## نظامی

بہ آراست نوشابہ درگاہ را
بزر درگرفت آہنی راہ را
پری چہرگان را بصد گونہ زیب،
صف اندر صف آراست آن دلفریب،
بر آمود گوہر بہ مشکین کمند
فرو ہشت بر گوہر آگین پرند،
بر اورنگ شاہنشہی بر نشست
بفرمود کاین بجائے آورند
فرستادہ را در سرائے آورند
فرستادۂ از در آمد دلیر
سوئے تخت، شاہ چون نشانندۂ شیر
کمر بند شمشیر بکشاد باز
برسم رسولان نبردش نماز
نہانی دران قصر بیندہ دید

بہ پرسید بسیار و بنواختش
بہ مے خوردن اندر، گران مایہ شاہ
فزون کرد، سوی سکندر نگاہ
بہ گنجور گفت آن درخشان حریر
بنشتہ بر و صورت دلپذیر
بہ پیش من آور چنان ہم کہ ہست
بہ تندی بر و ہیچ مپسای دست
بیاورد گنجور و بنہاد پیش،
چو دیدش نگہ کرد ز اندازہ بیش
بہ چہر سکندر نکو بنگرید،
ازان صورت او رجدائی ندید
بدانست قیدافہ کاو قیصر است
بران لشکر نامور مہتر است،
بدو گفت کائے مرد گسترد و کام
بیا تا چہ دادت سکندر پیام
چنین داد پاسخ کہ شاہ جہان

## فردوسی

سخن گفت با من میان مہان
کہ قیدافہ پاک دل را بگوئے
کہ جز راستی در زمانہ مجوئے،
مگر سر نہ پیچی ز فرمان من
نگہدار بیدار پیمان من

بہشتی سرائے فرو بندہ دید،
ز بس گوہرین گوش گردن کشان
شدہ چشم بینندہ گوہر فشان
ز تابندہ یاقوت و رخشندہ لعل
خرامندہ را آتشین گشت نعل
مگر کان و دریا بہم تاختند
ہمہ گوہر اینجا بر انداختند
زن زیرک از سیرت شان او،
دران داوری شد ہراسان او
کہ این کاروان مرد آہستہ رائے
چرا شرط خدمت نیارد بجائے
ز سر تا قدم دید در شہریار
ز ریختہ را بر محک ز دعیار
چو نیکو نگہ کرد بشناختش،
بہ تخت خود آرام گہ ساختش
سکندر بہ رسم فرستادگان،

## نظامی

نگہ داشت آئین آزادگان،
پس آنکہ گذارش گرفت از پیام
کہ شاہ جہان داور نیکنام
چنین گفت کائے داور نامجوی
ز نام آوران جہان بردہ گوی

---

ط۵ نوٹ: بے احتیاطی سے ہاتھ نہ لگانا،

دگر هیچ تاب اندر آری بدل ‌‌ ‌ چه افتاد کز ما عنان تافتی
بیارم یکی لشکری دل گسل ‌ ‌ سوی ما تو یک روز نشتافتی
برآرم د مار از همه لشکرت ‌ ‌ زبونی چه دیدی که توسن شماری
به آتش بسوزم همه کشورت ‌ ‌ چه بیداد کردم که دشمن شدی
بدو گفت کای زاده فیلقوس ‌ ‌ چو من ره درین مملکت ساختم
همت رزم بزم ست و هم نعم و بوس ‌ ‌ برو سایهٔ دولت انداختم
دلیر آمدی پیش من باژخواه ‌ ‌ کمر چون نه بستی بدرگاه من
ندانم ترا اینکه بنمود راه ‌ ‌ چرا دوری بیچیدی از راه من
سکندر ز گفتار او گشت زرد ‌ ‌ به پاسخ نمودن زن هوشمند
روان پر ز در دو رخان لاجورد ‌ ‌ ز یاقوت سربسته بگشاد بند
بدو گفت کای مهتر پرخرد ‌ ‌ که صد آفرین بر تو شاه دلیر
چنین گفته از تو نه اندر خورد ‌ ‌ که پیغام خود خود گزاری چو شیر
منم بطیقون کد خدای جهان ‌ ‌ چنان آیدم در دل ای پهلوان
جز این بچهٔ فیلقوسم مخوان ‌ ‌ که با این سر و سایهٔ خسروان
بدو گفت قیدافه کز داوری ‌ ‌ میانجی نه شاه آزاده
مبست راپرداز کاسکندری ‌ ‌ فرستنده نه فرستاده
بیاورد و بنهاد پیشش حریر ‌ ‌ پیام تو چون تیغ گردن زند
نوشته بر و صورتی دلپذیر ‌ ‌ گر از هره کین با تیغ بر من زند
که گر هیچ جنبش بدی در نگار ‌ ‌ ز تیغ سکندر چه رانی سخن
نبودی جز اسکندر شهریار ‌ ‌ سکندر توئی چارهٔ خویش کن
مرا خواندی و خود بدام آمدی ‌ ‌ قطر نجسته تر کن که خام آمدی
جهاندار گفت ای سزاوار تخت ‌ ‌ پژوهش مکن جز به فرمان بخت

# نظامی

سکندر محیط است ومن جوی آب — منہ تہمت سایہ بر آفتاب،
بدرگاہ او پیش ازان ست مرد — کہ او را قدم رنجہ بایست کرد
دگر بار نوشابہ ہوشمند، — زنوشین لب خویش بکشاد بند

## نظامی

کزین بیش بر دلغزی مباش — بہ ناراستی بگر گیبی مباش
پیامت بزرگ است ونامت بزرگ — نہفتہ مکن شیر در چرم گرگ،
فرستادہ را نیست این دسترس — کہ با ما بہ تندی بر آرد نفس،
نہ جباری خویش را کم کند، — نہ در پیش من پشت را خم کند۔
جوابش چنین داد شاہ دلیر — کہ نا ید ز روباہ پیغام شیر،
اگر من چہ چشم تو نام آورم، — سکندر نیم زد پیام آورم
اگر در میانجی دلیر آمدم، — نہ از روبہ از نزد شیر آمدم
بر آشفت نوشابہ زان شیر دل — کہ پوشید خورشید را از پر گل،
بفرمود کارد کنیزے دوان، — حریرے بروپیکر خسروان،
یکے گوشہ از شقۂ آن حریر،، — بدو داد کین نقش بر دست گیر
ببین تا نشان رخ کیست این — درین کارگاہ از پے چیست این
اگر پیکر تست چندین مکوش، — بہ ابروی خود آسمان را مپوش
سکندر بفرمان او ساز کرد، — حریر نوشتہ زہم باز کرد،،
بعینہ در وصورت خویش دید — ولایت بدست بداندیش دید

(۱) سب سے پہلے اِس پر نظر ڈالو کہ جہاں ایک ہی خیال، ایک ہی واقعہ ایک ہی بات کو دونوں نے لکھا ہے وہاں بھی، بندش الفاظ کے لحاظ سے کس قدر فرق ہے نظامی کی ترکیبوں کی چستی، قافیوں کی بلندی، فقروں کے دروبست، الفاظ کے شکوہ کا یہ انداز ہے کہ گویا

شیر گونج رہا ہے، اس کے مقابلہ میں فردوسی کا کلام ایسا معلوم ہوتا ہے، جس طرح کوئی پراتم بڈھا پیرانہ لہجہ میں ٹھہر ٹھہر کر باتین کرتا ہے، اِن اشعار کا مقابلہ کرو،

## فردوسی

زز ربفت بپوشید چینی قبائے
فرادان پرستندہ پیش بپائے
برہمنہ اندر زمین داد بوس
چنان چون بود مردم چاپلوس
سکندر بدان در شگفتی بماند
فرادان نہان نام یزدان بخواند
بمے خوردن اندر گران مایہ شاہ
فزون کرد سوئے سکندر نگاہ
بہ گنجور گفت آن درخشان حریر
بنشتہ بر صورتے دلپذیر
کہ قیدافہ پاک دل را بگوئے
کہ جز راستی در زمانہ مجوئے،
دلیر آمدی پیش من باز خواہ،
ندانم ترا اینکہ بنمود راہ
بدو گفت قیدافہ کز داوری،
بت را بپرداز کا سکندری
سکندر ز گفتار او گشت زرد
روان پر ز درد و رخان لاجورد،
منم بیطقون کہ خدائے جہان،
جز این بچۂ فیلقوسم مخوان

## نظامی

پری چہرگان را بصد گونہ زیب
صف اندر صف آراست آن دلفریب
سکندر بہ رسم فرستادگان،
نگہ داشت آئین آزادگان،
نہانے دران قصر زیبندہ دید
بہشتی سرائے فریبندہ دید
ز سر تا قدم دید در شہریار،
زر بختہ را بر محک زد عیار
یکے گوشہ از شقۂ آن حریر،
بدو داد کین نقش بردست گیر
چنین گفت کاے داور نامجوی
ز نام آوران جہان بردہ گوئے
کہ صد آفرین بر تو شاہ دلیر
کہ پیغام خود خود گزاری چو شیر
مبادا کہ نہ شاہ آزادہ،
فرستندۂ نہ فرستادۂ
تبر سید و شد رنگ در ویش چون کاہ
بدا رائے خود برد، خود را پناہ
سکندر محیط است و من جوی آب
منہ تہمت سایہ بر آفتاب

(۲) انہی اشعار میں بلاغت کا فرق دیکھو،

| فردوسی | نظامی |
| --- | --- |
| فرادن پرستندہ بپیش بپائے | صف اندر صف آراست آن دلفریب |

فردوسی کے بیان سے صرف اِس قدر معلوم ہوتا ہے کہ غلامون اور لونڈیونکا ہجوم تھا اور سب کھڑے تھے، لیکن نظامی کے بیان سے اُن کا باقاعدہ صف بصف ایستادہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے "آراست" کے لفظ نے اِس خصوصیت کو روشن اور خوشنما کردیا ہے،

| فردوسی | نظامی |
| --- | --- |
| برمہتر اندر زمین داد بوس | سکندر بہ رسم فرستادگان |
| چنان چون بود مردم چاپلوس | نگہ داشت آئین آزادگان، |

فردوسی نے سکندر کی شان کا کچھ لحاظ نہیں رکھا، زمین چومنا خوشامدیوں کا شیوہ ہے فردوسی کو اس پر بھی قناعت نہیں، بلکہ کھول کر کہتا ہے کہ سکندر نے اس طرح زمین، چومی جس طرح خوشامدی چوما کرتے ہیں، نظامی نے اگرچہ "بر سم فرستادگان" کے لفظ سے ظاہر کردیا ہے کہ سکندر نے قاصدون کے طریق اور آئین کو ملحوظ رکھا تھا۔ تاہم دوسرے مصرع میں دفع دخل بھی کردیا کہ اس حالت میں بھی اپنی آن بان نہیں چھوڑی،

| فردوسی | نظامی |
| --- | --- |
| سکندر بدان در شگفتی بماند | نہانے دران قصر زیبندہ دید |
| فراوان نہان نام یزدان بخواند | بہشتی سرائے فریبندہ دید |

فردوسی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سکندر بالکل ندیدہ تھا، دربار کے ٹھاٹ کو دیکھکر مبہوت ہوگیا تھا، اور بار بار خدا کا نام لیتا تھا، نظامی نے مکان اور ایوان کی عمدگی اور خوبی کا اثر سکندر پر طاری کرنا چاہا ہے، لیکن اسی قدر کہ وہ کنکھیوں سے دیکھتا جاتا تھا،

| فردوسی | نظامی |
| --- | --- |
| فرزون کرد سوئے سکندر نگاہ | ز سر تا قدم دید در شہر یار |

فرزون نگاہ کردن، سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ قیدافہ سکندر کو بڑی تیز نگ

دیکھتا رہا ممکن ہے کہ صرف چہرہ پر ہی دیر تک اس کی نظر جمی رہی، لیکن صرف چہرہ کی مشابہت پہچاننے کیلئے کافی نہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے چہرے ملتے جلتے ہوتے ہیں لیکن اور اعضا میں فرق ہوتا ہے، بخلاف اسکے نظامی کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ نوشابہ نے سکندر کو سر سے پانوں تک دیکھا، یعنی نہ صرف چہرہ بلکہ تمام اعضا اور ڈیل ڈول رنگ روپ سج دھج کو بھی دیکھا جس سے صاف ثابت ہوگیا کہ یہ سکندر ہے،

| نظامی | فردوسی |
|---|---|
| چنیں گفت کاے داور نامجوی، | کہ قیدافہ پاک دل را بگوے، |
| زنام آوران جہان بردہ گوی، | کہ جز راستی در زمانہ مجوے، |

قاصد کا بادشاہ کے دربار میں بادشاہ کا نام لینا، اور پھر فوراً تنبیہ اور نصیحت شروع کر دینا، دستور کے خلاف ہے، اس لیئے نظامی نے نام نہیں لیا بلکہ داور نامجو کے لفظ سے خطاب کیا اور اس کے ساتھ مدحیہ الفاظ اضافہ کیے،

| نظامی | فردوسی |
|---|---|
| کہ صد آفرین بر تو شاہ دلیر | دلیر آمدی پیش من باژخواہ، |
| کہ پیغام خود خود گزاری چو شیر | ندانم ترا این کہ بنمود راہ، |

فردوسی نے اس بات کو کہ قیدافہ نے سکندر کو پہچان لیا نہایت بے مزہ طریقے سے بیان کر دیا ہے، اس کے ساتھ یہ الفاظ کہ معلوم نہیں کس نے تم کو یہ طریقہ سکھایا، اور بھی بدتہذیبی ہے، بخلاف اسکے نظامی اسی بات کو اس طرح ادا کرتے ہیں، جس سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نوشابہ کو یہ ظاہر کرنا مقصود نہیں کہ میں نے آپ کو پہچان لیا بلکہ وہ سکندر کی دلیری اور جرأت کے اثر سے متاثر ہے، اور بے اختیار تعریف کرتی ہے،

| نظامی | فردوسی |
|---|---|
| نبر سید و شد رنگ ردیش چو کاہ | سکندر ز گفتار او گشت زرد |
| بد ارائے خود برد خود را پناہ | روان پر ز درد و رخان لاجورد |

اس قدر مضمون دونوں کے ہاں مشترک ہے کہ جب سکندر کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے

اُس کو پہچان لیا، تو وہ ڈرا اور متردد ہوا، لیکن فردوسی نے اِس کے ڈرنے کو اس قدر حد سے بڑھا دیا جو سکندر کی شان سے بالکل بعید ہے، روان پُرزور دو رخان لاجورد، نظامی کے، بیان سے بھی اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کا رنگ زرد پڑگیا۔ اور دلمیں خدا سے دعا مانگی، کہ اِس خطرہ سے بچ جائے، لیکن اتنا ہی بدحواس نہیں ہوا کہ دلمیں تمیں اُٹھنے لگی، فردوسی نے پہلے مصرع میں سکندر کا زرد پڑجانا بیان کردیا تھا، لیکن اس پر تسلی نہیں ہوئی، اور دوسرے مصرع میں پھر کہنا پڑا، "رخان لاجورد"

(۳) اب عام طرح پر نظر ڈالو، جب کوئی واقعہ بیان کیا جائے۔ توسب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ بیان کرنے والا واقعہ کا خاکہ (پلین) کیونکر قائم کرتا ہے، اور یہ بلاغت کا پہلا لیکن سب سے ضروری مرحلہ ہے،

فردوسی نے واقعہ کا جو خاکہ قائم کیا ہے اُسمیں متعدد ناموزونیاں ہیں،

(۱) سکندر قاصد کے لباس میں خوشامدیوں کی طرح دربار میں آداب بجالاتا ہے،

(۲) دربار کو دیکھ کر مبہوت ہوجاتا ہے گویا کبھی شاہانہ دربار دیکھا ہی نہ تھا،

(۳) حالانکہ سکندر کی رفتار گفتار، طور و طریقہ سے ابھی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی تھی جس سے اِس احتمال کی طرف ذہن جائے، کہ یہ خود سکندر ہے تاہم بادشاہ کو شبہ ہوتا ہے اور وہ سکندر کے چہرہ کو بہت غور سے دیکھتا ہے، اس لئے نظامی نے اِس کا یہ پہلو نکالا کہ سکندر نے قاصدوں کی طرح سجدہ نہیں کیا تھا، اور پیغام اس شان سے ادا کیا کہ قاصد اس دلیری اور جرأت سے ادا نہیں کرسکتا تھا، اِس حالت میں شبہ پیدا ہونا ضروری تھا، اور شبہ کو اس لئے قوت ہوئی کہ سکندر کی تصویر اُسکی نظر سے گذر چکی تھی،

(۴) قیدافہ نے سکندر کے سامنے ہی تصویر منگا کر دیکھی، حالانکہ جب مخفی طور سے سکندر کو پہچاننا مقصود تھا، تو سکندر کے سامنے تصویر منگوا کر دیکھنا نہ چاہیئے تھا۔

(۵) سکندر جب قاصد کی حیثیت سے پیغام ادا کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آداب شاہی سے ناواقف ہے اول تو بادشاہ کا نام لینا خلاف ادب ہے، اِس کے علاوہ پہلے ہی سخت کلامی شروع کردینی، نہایت بدتہذیبی ہے،

برآرم دمار از ہمہ لشکرت — بہ آتش بسوزم ہمہ کشورت ،،

(۶) سکندر جب اپنے آپ کو چھپاتا، اور سکندر کا قاصد ہونا ظاہر کرتا ہے تو اُس کو سکندر کا نام بڑی تعظیم وتکریم سے لینا چاہیئے تھا لیکن وہ سکندر کو بچۂ فیلقوس کے خطاب سے یاد کرتا ہے،

ع جز این بچۂ فیلقوس[لہ] مخوان،

اِس کے مقابلہ میں نظامی نے جسطرح اس تمام واقعہ کا خاکہ کھینچا ہے وہ یہ ہے

نوشابہ کو جب معلوم ہوا کہ سکندر کے دربار سے قاصد آتا ہے تو اُس نے بڑے سازو سامان سے دربار آراستہ کیا، خود بن ٹھن کر ہاتھ میں ترنج لئے ہوئے تخت شاہی پر بیٹھی سامنے پری چہرہ کنیزیں صف باندھ کر کھڑی ہوئیں، پھر سکندر کو طلب کیا، سکندر دربار میں آیا تو آداب شاہی کے موافق کمر بند سے تلوار کھولکر رکھدی لیکن سجدہ نہیں کیا اس موقع پر دربار جو جواہرات سے جگ مگ کر رہا تھا، اس کو نہایت مبالغہ آمیز پیرایہ میں ادا کیا ہے،

زتابندہ یاقوت درخشندہ لعل — خرامندہ را آتشین گشت نعل

بگرکان و دریا بہم تاختند، — ہمہ گوہر آن جا برانداختند

قاصد کے شاہانہ طرز کلام سے نوشابہ کو شبہ تو ہوا کہ یہ خود سکندر ہے، خوب غور سے دیکھا تو یقین ہوگیا، قاصد نے اب پیغام ادا کرنا شروع کیا، کہ شہنشاہ نے کہا ہے کہ ہماری طرف کیا کمی ہوئی جو تم نے بے اعتنائی کی، آج تک تم دربار میں نہ آئے، ہم ان اطراف میں بھی آئے لیکن تم نے ادھر رُخ نہ کیا،

نوشابہ نے کہا کہ آپ کی جرأت پر صد ہزار آفرین ہے کہ آپ اپنا پیغام ادا کرتے ہیں آپ کی باتیں تلوار کا کاٹ کرتی ہیں، یہ تلوار اور کس کی مجال ہے کہ مجھ پر چلائے سکندر انکار کرتا ہے کہ میں سکندر نہیں، پھر اُس کی نہایت عمدہ توجیہیں بیان کرتا ہے کہ کجا سکندر، کجا میں سکندر کے دربار میں آدمیوں کی کیا کمی ہے کہ خود قاصد بنکر آتا، اس موقع پر نوشابہ وسکندر کے سوال وجواب کو نہایت بلیغ انداز میں طول دیا ہے، آخر نوشابہ جھلا کر سکندر کی تصویر منگوا کر

---

لہ اس بیان میں فردوسی اور نظامی کے اشعار مکرر آگئے ہیں لیکن اس بحث کو اچھی طرح ذہن نشین کرنیکے لئے ایسا کرنا ضرور تھا،

اُس کو دکھلانی ہے، اور سکندر لاجواب ہو کر رہ جاتا ہے، اس کے ساتھ خطرہ کے خیال سے اُسکے چہرہ کی رنگت زرد پڑ جاتی ہے،

اِس تمام سلسلہ میں کہیں سے کوئی کسر نہیں، تمام واقعات اصلیت اور نیچر کے مطابق ہیں، اس کے ساتھ فصاحت و بلاغت، تشبیہات اور استعارات کی ندرت اور لطافت الفاظ کی شان و شکوہ، اِن تمام باتون نے اِس داستان کو سحرِ سامری بنا دیا ہے،

نظامی اور فردوسی میں یہ فرق اور بہت سے موقعون پر نظر آتا ہے، لیکن طول کے لحاظ سے ہم قلم انداز کرتے ہیں۔ سکندر و دارا کی گفتگو اوپر گزر چکی ہے، اس کو اِس موقع پر ایک بار اور دیکھ لینا چاہیئے، اِن سب باتون پر بھی فردوسی فردوسی ہی اور نظامی نظامی

تمت

